بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصحاب رسولؐ کا ذکر

اپنے بچوں کی معلومات کے لئے جمع کیا

طالبِ دعا

سید نذر عباس رضوی

۱۱ ذیقعد ۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب بلال حبشیؓ مؤذن رسولؐ کا ذکر

ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کی زبانی

بلال حبشیؓ رسولؐ اللہ کے مقرر کردہ مؤذن تھے۔ آواز اتنی اونچی تھی کہ صفا کے پیچھے والی پہاڑ کی چوٹی سے اذان دیا کرتے تھے اور پورا مکہ سنتا تھا۔

بلالؓ کا انتہائی کالا رنگ۔ حبشی نسل مگر یہ اعزاز ہے کہ ایمان اس وقت لائے جب عمار یاسرؓ لائے تھے۔ ابوجہل کے غلام جب عمارؓ کو آگ پر لٹایا جاتا تھا تو بلالؓ کو بھی باندھ کر لٹا دیا جاتا تھا۔ لیکن بلالؓ کے منہ سے اس حالت میں بھی لا الہ الا اللہ. لا الہ الا اللہ ہی نکلتا رہتا تھا۔ جب رسولؐ نے مظالم بلالؓ پر دیکھے تو کہا تم میں سے کوئی ہے جو بلالؓ کو ابوجہل سے خرید لے۔ حضرت ابوبکر نے بلال کو خریدا اور رسولؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسولؐ نے بلالؓ کو راہِ خدا میں آزاد کر دیا۔ لیکن بلالؓ نے رسولؐ کے قدم پکڑ لئے اور کہا سرکار! ہم آپ کے قدم نہیں چھوڑیں گے۔ ہم آپ کی غلامی کریں گے۔۔ اب رسولؐ کا لباس۔ رسول کا بستر بچھانا۔ نیزہ لیکر چلنا۔ گھوڑے کو دانہ پانی دینا۔ ناقے کو چرانا۔ سواری کو لے جانا۔ پانی کا انتظام جھاڑو دینا۔ ڈیوڑھی کو صاف کرنا۔ کبھی حسنینؑ کو گود میں لے کر منبر تک پہنچانا ۔ بچے سو گئے تو لا کر فاطمہ زہراؑ تک پہنچانا۔ بڑے کام کرتے تھے۔ جس نے آزاد کیا ان کی کوئی خدمت نہ کی اور جس نے کہہ کر آزاد کروایا اس کی خدمت میں لگ گئے۔

بلالؓ کی خدمت کا کیا یہ عالم۔ ادھر لشکر چلا اور بلالؓ کے فرائض میں ہے کہ نیزہ لے کر آگے آگے چلے۔ اتنی معرفت کی منزل پر بلالؓ پہنچ گئے کہ جہاں پر چلتے چلتے نیزے کو نصب کر دیا۔ پورا لشکر ایک دم رک گیا۔ وہیں خیمے لگ گئے۔ اب بلالؓ کا یہ عالم رسولؐ سو رہے ہیں۔ بلالؓ ہاتھ میں نیزہ لے کر خیمے کے چاروں طرف پہرہ دے رہے ہیں۔ حفاظتِ رسول کی پہلی آواز پر دوڑتے۔ عجیب وفادار رسولؐ کا خادم تھا۔

رسولؐ نے معرفت کی منزلوں پورے چالیس ہزار صحابہ میں اس ایک حبشی کو چن کر کہا۔ گلدستہء اذان پر بس یہ جائے گا۔ یا پھر نابینا صحابی عبداللہ مکتوم جو عرب کے رہنے والے ہیں۔ وہ بلالؓ کی غیر حاضری میں اذان دیں گے۔ کوئی تیسرا اذان نہیں دے گا۔ اب بلالؓ اذان دینے لگے۔ اب یہ معمول ہو گیا کہ ادھر بلالؓ نے اذان دی اور اُدھر رسولؐ کے حجرے کا پردہ ہٹا اور رسولؐ وارد ہوئے۔

بس ایک شوریٰ کمیٹی بیٹھ گئی۔ دیکھو ایک جاہل کالے غلام کو رسولؐ نے مؤذن بنا دیا؟ ہم میں سے کسی کو بناتے ایک سے ایک خوش لحن عرب میں موجود ہیں۔ یہ تو ش بھی صحیح نہیں کہہ سکتا۔ ش کو سین پڑھتا ہے۔ طے ہو گیا کہ آج بلالؓ کو اذان نہیں دینے دیں گے۔

فجر کی اذان کا وقت ہوا۔ بلالؓ پہنچے۔ کہا۔ خبردار تو آگر گیا۔ کالے بیٹھ جا چپ ہو کر۔ سب سردار تھے۔ قریشی تھے۔ حضور کے خاندان والے تھے وہ ڈر گیا۔ کہ ہمارے آقا کے گھر والے ہیں سسرال سہی۔ کہیں حضورؐ ناراض نہ ہو جائیں اور مجھے غلامی سے نکال نہ دیں

۔گھر کا معاملہ ہے میں کیوں بولوں۔ نیا مؤذن گیا اس نے اذان دی۔ بڑی دیر ہوگئی نہ پردہ ہٹا نہ حضورؐ آئے۔اب سارے نمازی مڑ مڑ کے دیکھ رہے ہیں۔ادھر آفتاب نے بھی طے کرلیا کہ جب تک بلالؓ اذان نہیں دے گا ہم بھی نہیں نکلیں گے۔نہیں بلکہ جب تک آفتاب رسالتؐ باہر نہیں آئے گا ہم نہیں نکلیں گے۔اب دیکھو اگر بلالؓ کے لئے سورج رک سکتا ہے تو انکے آقا کے لئے پلٹ کر بھی دکھا سکتا ہے۔

لوگ پہنچے دروازہ رسولؐ پر کہا۔سرکارؐ باہر آیئے۔کہا کیوں۔اذان ہوگئی۔نمازِ صبح کا وقت ہے۔۔کہا میں نے تو نہیں سنی۔کہاں ہوئی ہے اذان۔کہا ہوئی ہے۔کہا کس نے دی۔کہا فلاں نے۔کہا۔کیوں بلالؓ کو کیا ہوا۔۔کہا جب تک بلالؓ اذان نہیں دے گا میں حجرے سے باہر نہیں آؤں گا۔اذان پر اذان ہوئی۔ پتہ چلا کہ جب باطل اذان ہو چکتی ہے تب حق کی اذان ہوتی ہے۔اب پتہ چلا ایک اذان حکم صحابہ سے ہوتی ہے الصلواۃ خیر من النوم اور ایک اذان رسولؐ کے حکم سے ہوتی ہے حئی علیٰ خیر العمل۔ادھر بلالؓ نے اذان دی اور اُدھر آفتابِ رسالت چلا اور مولانا اظہر زیدی مرحوم کا جملہ ہے کہ رسولؐ نے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ہمارے کالے کے سامنے کسی کا چراغ نہیں جل سکتا۔

بلالؓ کے رسول نے بڑے ناز اٹھائے۔رسولؐ کا قافلہ حج الوداع سے واپس آرہا تا۔موجودہ شہر رابغ کے قریب میدانِ غدیر کے پاس پہنچا تھا۔اسی بلال کو رسولؐ نے حکم دیا بلالؓ۔قافلہ تیزی سے جارہا ہے اسے روکو۔آج اضافہ کرکے اذان دو۔جبریلؑ حکم لائے ہیں کہ اس مقام پر رکو اور چلا کر کہو حئی علیٰ خیر العمل۔غدیر کے بعد ہی حکمِ رسولؐ سے یہ کہا گیا علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفۃُ بلا فصل۔ چلتا ہوا قافلہ رک گیا۔ پتہ چلا کہ خیر العمل کی جب آواز آتی ہے۔قافلے رک جاتے ہیں۔۔ارے دنیا سو تھوڑی رہی تھے یہ سب جاگ رہے تھے جاگے ہوئے لوگوں کو خیر العمل کی طرف بلانا ہے۔

جب قافلہ مدینے آیا تو اصحاب یہی اذان دیتے تھے۔عمارؓ۔حذیفہؓ۔ابوایوب انصاریؓ۔سعد بن عبادہؓ۔ابو برزہؓ اسلمی۔ سلمانؓ۔ابوذرؓ۔مقدادؓ۔بلالؓ وغیرہ یہی اذان مدینہ میں دیتے تھے۔اور اسی اذان پر رسولؐ آتے تھے۔ایک بار کچھ صحابہ رسولؐ کے پاس آئے اور شکایت کی کہ یہ بلالؓ کون سی اذان دینا شروع ہوگئے ہیں۔رسولؐ نے ان لوگوں کو ایک جلال کے چہرے سے دیکھا۔ کہا کیا اب تک تم لوگوں نے یہ والی اذان نہیں دی۔بس یہی اذان حکم الٰہی ہے اب آئندہ نہ پوچھنا۔

وفاتِ رسولؐ ہوگئی۔فیصلے ہوگئے تقدیروں کے۔تاریخ ہم کو بتاتی ہے جیسے ہی وفات رسولؐ ہوئی مؤذن بدل دیا گیا۔کیوں؟۔ بلالؓ ہم نے تم کو خریدا تھا۔کہا۔ہاں۔کیا اذان وہ دو گے جو ہم کہیں گے؟۔۔کہا سر کاٹ ڈالو۔رسولؐ کی حکم کردہ اذان نہیں بدلیں گے۔ مار ڈالو گے تب بھی اذان وہی رہے گی۔حئی علیٰ خیر العمل۔علیؑ ولی اللہ۔کہا پھر بلالؓ مدینے سے نکل جاؤ۔اذان اگر ہمارے حکم سے نہیں دو گے تو نکل جاؤ۔کہا جارہا ہوں۔مالکؓ بن نویرہ بھی چلے گئے۔میں بھی جارہا ہوں۔چلے اور چلتے ہوئے لبنان پہنچے۔لبنان میں شیعت کہاں سے آئی لوگوں کو حیرانی ہے۔دو آدمیوں نے لبنان میں شیعت پھیلائی ایک ابوذرؓ اور ایک بلالؓ نے۔

بلالؓ چلے گئے مدینہ سے۔ایک رات خواب دیکھا۔رسولؐ آئے۔بلالؓ کیا ہم سے بھی ناراض ہوگئے؟۔کہا نہیں آقا آپ سے ناراض نہیں۔کہا تمہیں نہیں معلوم ہمارے بچے تم کو بہت یاد کرتے ہیں۔تم اس عالم میں میرے بچوں کو چھوڑ کے چلے آئے۔ابھی تو

میری بیٹی تعزیت میں ہے۔۔کہا مجھے معاف کر دیجئے۔آقا میں ابھی چلا۔سیدھے چلے۔مدینہ پہنچے۔مدینہ والوں کو بلالؓ سے بہت محبت تھی ایک بار مدینہ میں شور ہو گیا۔پورا مدینہ جمع ہو گیا۔شور ہوا بلالؓ آ گئے۔بلالؓ آ گئے۔۔بچے گھر سے نکل آئے۔حسنؑ اور حسینؑ بھی بلالؓ کے پاس پہنچے اور کہا۔تم آ گئے تو چلو۔اماں نے بلایا ہے۔تم کہاں چلے گئے تھے۔بلالؓ سیدہ طاہرہؑ کی ڈیوڑھی پر آئے۔ڈیوڑھی پر سر رکھا اور کہا۔بی بی مجھے معاف کر دو۔بچے بہت یاد آئے۔آپ کے بابا میرے خواب میں آئے تھے۔بی بی نے فرمایا بلالؓ۔اب آ ہی گئے ہو تو وہ اذان تو سنا دو۔کان ترس گئے۔بابا کے دور والی اذان سنے ہوئے۔اب دنیا کہتی ہے بلالؓ نے اذان دی اور فاطمہؑ بیہوش ہو گئیں۔ایسا نہیں ہے۔حکومت وقت نے جب وہ کلمہ آنے لگا علیؑ ولی اللہ تو بہانہ کیا۔۔یہ ہے راز اس لئے اذان کو روکا گیا۔یہ کلمہ نہ دہرانا۔اور سیدہؑ نے کچھ سوچ کر کہا تھا وہ اذان سنا دو۔یہ اذان کا وہ کلمہ بتاتا ہے کہ زہراؑ وہ اذان سننا چاہتی تھیں جس میں اولوالامر کا تذکرہ تھا۔اسی لئے فرمائش کی تھی کہ کہہ دو۔علیؑ ولی اللہ۔

زہراؑ کے گھر میں ہزاروں عورتیں جمع ہو گئیں۔اذان سن کر سب کو رسولؐ یاد آ گئے۔شہزادی کا کیا عالم ہو گا۔؟۔کیا کیا یاد آیا ہو گا؟ بابا کا گھر آنا۔دروازے پر سلام کرنا۔گھر میں بیٹھنا۔۔میری تعظیم کے لئے کھڑے ہو جانا۔کبھی یاد آیا ہو گا رسولؐ کا چادر یمانی مانگنا۔کبھی بچوں کو پیار کرنا۔بچوں کو جھولا جھلانا۔جب رسولؐ کا آخری وقت آیا تھا تو فاطمہؑ کے کان میں کچھ کہا تو سیدہؑ رونے لگیں۔پھر دوبارہ کچھ کہا تو سیدہؑ مسکرا دیں یہ رسولؐ اور فاطمہؑ کا راز تھا لوگ ام سلمہؓ اور اسماءؓ سے پوچھتے تھے مگر بی بی کی وفات کے بعد اسما بنتِ عمیسؓ نے کہا۔ہاں اب بتاؤں گی راز۔پہلے رسولؐ نے بیٹی سے کہا اب باپ جدا ہونے والا ہے۔بیٹی رونے لگی۔پھر کہا بیٹی گھبراؤ نہیں تم سب سے پہلے جنت میں مجھ سے ملاقات کرو گی۔یہ سن کر جناب سیدہؑ مسکرائیں۔جناب سیدہؑ صرف ۷۵ یا ۹۰ دن زندہ رہیں مگر جتنے دن زندہ رہیں روتی رہیں۔پھر زہراؑ کی وہ رات آئی کہ بابا نے خواب میں آ کر بتا دیا۔بیٹا۔اب آ جاؤ۔اب آ جاؤ۔

اس گھر کا دستور بن گیا کہ بیٹی پر جب زیادہ مصیبتیں پڑتی ہیں تو پھر بابا خواب میں آ جاتے ہیں۔سکینہؑ بھی قید میں مصیبتیں برداشت کر رہی تھی۔ایک رات بابا خواب میں آ گئے۔آؤ۔سکینہؑ آ جاؤ۔مصیبت کے دن ختم ہو گئے۔بابا نے دو گوشوارے تحفے میں دیئے تھے اگر مانگتے تو سخی کی بیٹی تھی اتار کر دے دیتی مگر یوں لئے گئے کہ مرتے دم تک کان زخمی رہے۔کان زخمی۔سکینہؑ کا گلہ زخمی۔جب یزید نے پوچھا تھا۔بچی!۔ایک پاؤں کو بار بار کیوں اٹھاتی ہے۔گلے پر ہاتھ کیوں ہے؟۔تو بچی نے کہا تھا اتنی زور سے میرا گلا بندھا ہے کہ میرا گلا دکھ رہا ہے سانس رک رہی ہے۔ایک دفعہ یزید نے آواز دی سکینہؑ اس سر کو پہچانتی ہو؟ کہا یہ تو میرے بابا کا سر ہے۔یزید بولا۔سنا ہے تیرا بابا تجھ سے بہت محبت کرتا تھا؟۔کہا۔ہاں سینے پر سلاتا تھا تب مجھے نیند آتی تھی۔یزید نے طنز کیا۔اگر محبت ہے باپ سے تم کو تب جانوں کہ تم آواز دو اور وہ تمہارے پاس آ جائے۔۔سکینہؑ نے پھٹے ہوئے کرتے کا دامن اٹھا کر کہا۔بابا۔یزید محبت کا امتحان لے رہا ہے طشتِ طلا سے سر بلند ہوا ہوا کے دوش پہ اور سکینہؑ کے پھیلے ہوئے۔جلے ہوئے دامن میں آ گیا اور سکینہؑ نے بین شروع کر دیئے۔ایک ایک اپنی مصیبت بیان کرنے لگی اور شمر نے سکینہؑ سے بابا کا سر چھین لیا۔وہ کہتی رہی ہائے بابا۔ہائے بابا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

(یہ مضمون جناب ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی صاحب کی تقریر سے اپنے بچوں کیلئے بنایا۔طالب دعاء۔سید نذر عباس۔۷ انومبر ۲۰۰۸ م)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب اویس قرنی رض کا ذکر

اللہ تعالٰی کی حمد و ثناء کے بعد حضرات محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام پہ درود و سلام

صحابہ میں اویس قرنیؓ کوشمار نہیں کیا جاتا۔حالانکہ وہ رسولؐ اللہ کے عہد میں موجود تھے۔لیکن ان کواس لئے شامل نہیں کیا گیا کیونکہ انہوں نے رسولؐ کوکبھی دیکھانہیں تھا۔ہم ان کو اہلبیت کے صحابی کا درجہ دیتے ہیں لیکن تاریخ نے ان کوسیدالتابعین مانا ہے۔یعنی تابعین کے سردار ہیں لیکن صحابہ میں نہیں شامل کیا گیا۔

اویس قرنیؓ ملنے آئے رسولؐ سے۔گھر پہنچے تو پتہ چلا جو رکسی لڑائی پر گئے ہوئے ہیں۔رسولؐ کی کسی بیوی نے بتایا کہ وہ تو گھر پر نہیں ہیں۔اویسؓ قرنی واپس چلے گئے۔اس لئے کہ ماں کوتنہا چھور کرآئے تھے۔ماں کوکبھی تنہانہیں چھوڑتے تھے۔ماں نے بس اتنی اجازت دی تھی کہ جاؤاور بس رسولؐ کودیکھ کرشام ڈھلے سے پہلے چلے آؤ۔اس لئے بغیر اذن مادررک نہیں سکتے تھے۔آج کل کی طرح موبائیل سسٹم بھی نہیں تھا کہ ماں کوکال کر کے بتادیتے کہ میں لیٹ ہوجاؤں گا آپ اجازت دے دیں تو میں رک جاؤں۔

رسولؐ سے بغیر ملے چلے گئے۔جب رسولؐ واپس آئے تو حجرے میں تشریف لائے۔اور بے اختیار کہا یہ میرے گھر میں وَض نور کیسا ہے؟۔کیا کوئی آیا تھا میری غیر موجودگی میں۔تو زوجہ کی طرف سے جواب ملا۔ہاں ایک چرواہا آیا تھا۔تو آپ نے فرمایا۔وہ چرواہا نہیں تھا۔یہ نور بتارہا ہے کہ وہ اویس قرنیؓ تھا۔جس کے دل میں میرا عشق ہے وہ آیا تھا۔

جناب اویسؓ قرنی کورسولؐ سے بے انتہا عشق تھا۔جب پتہ چلا تھا کہ رسولؐ جنگ احد میں زخمی ہو گئے ہیں تو آپ نے اپنے سارے دانت رسولؐ کی محبت میں توڑ لئے تھے۔

ایک دن دو بزرگ صحابیء رسولؐ سے جناب اویس قرنیؓ سے ملے اورانہوں نے پوچھا۔اورسوال کیا۔تم نے تو کبھی نبیؐ کو دیکھا نہیں تم عشق کیسے کرتے ہو؟۔کہا۔تم نے تو دیکھا ہے تم کتنا عشق کرتے ہو۔۔کہا ہماری تو عمر گزر گئے ہے مکہ سے مدینہ میں ساتھ رہتے ہوئے۔کہا اچھا یہ بتاؤ رسولؐ کے دونوں ابرو ملے تھے یا الگ الگ تھے۔

عشق ہے یا نہیں۔یہ اویسؓ قرنی سے پوچھو۔وہ بتائیں گے۔۲۳ برس بزم میں رہنے والے نہ بتا سکے۔

اپنے بچوں کی معلومات کے لئے یہ مضمون ڈاکٹر ضمیر نقوی کی تقریر سے بنایا۔طالب دعا۔سیدنذرعباس۔۲۰ نومبر ۲۰۰۸ م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت اویس قرنی رح

اگر آپ شام جائیں تو دمشق سے تقریباً ۶۵۰ کیلومیٹر شمال میں شہر رقہ واقع ہے ۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں پر جنگ صفین ہوئی تھی اور امیر معاویہ کی فوج نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے نیزے کی انیوں پر پیوست کر کے قرآن کو بلند کیا تھا ۔ اسی میدان صفین میں دو بہت بلند مقبرے بنائے جا رہے ہیں ایک اس میں عمار یاسر صحابی رسول ﷺ کا مقبرہ ہے ۔ جن کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا تھا ۔ اے عمار تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا ۔ دوسری قبر جناب اویس قرنیؒ کی ہے

جناب اویس قرنی جن کو سہیل یمن اور آفتاب قرن کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا امیر المومنینؑ کے بہترین تابعین اور حوارین میں سے تھے۔ آپ کا شمار انتہائی پرہیزگار اور زاہدوں میں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نفس الرحمان اور سید التابعین کے نام سے بھی یاد کیا ہے اور آنحضرتؐ کبھی کبھی یمن کی طرف سے آپ کی خوشبو سونگھتے اور فرماتے مجھے رحمان کی خوشبو یمن کی طرف سے آتی ہے ۔ جنگ صفین میں آپ نے حضرت امیرلمومنین علیؑ سے بیعت کی تھی کہ ہم اپنی جان اور خون آپ کی ہمرکابی میں قربان کریں گے اور آپ نے پے در پے دشمنوں پر حملہ کیا اور اسی جہاد کی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا۔

جناب رسول خدا ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تمہیں بشارت ہو میری امت میں سے اس شخص کی جس کا نام اویس قرنی ہے وہ ربیعہ اور مضر قبیلے جتنی شفاعت کرے گا ۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے اویس قرنیؒ کے حق میں جنت میں جانے کی گواہی دی اور فرماتے کہ قرن کی طرف سے جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں اور جو اس سے ملاقات کرے میری طرف سے اس کو سلام کہے ۔

علما نے آپ کو سید التابعین کے نام سے یاد کیا ہے ار کہتے ہیں کہ آپ اونٹ چراتے تھے اور جو مزدوری ملتی تھی اس سے اپنی والدہ کا خرچ چلاتے تھے۔ آپ اپنی والدہ کے بہت تابعدار تھے ایک دن اپنی ماں سے کہنے لگے کہ مجھے اجازت دیجئیے تا کہ میں مدینہ منورہ جا کر رسول اکرم ﷺ کی زیارت کر آؤں ۔ والدہ نے اس شرط پر اجازت دی کہ وہاں آدھے دن سے زیادہ نہ ٹھہرنا اور شام سے پہلے لوٹ آنا ۔ چنانچہ بڑی مسافت طے کر کے اویسؒ مدینہ پہنچے لیکن رسول اللہ ﷺ مدینہ میں موجود نہ تھے ۔ چند گھنٹے انتظار کے بعد بغیر ملاقات کے ہی اپنی والدہ کا حکم مانتے ہوئے لوٹ آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا یہ نور کیسا ہے جو مجھے اپنے گھر میں نظر آرہا ہے؟۔ لوگوں نے بتایا کہ ایک چرواہا اونٹوں کا جس کا نام اویسؒ تھا آیا تھا۔ اس مکان میں اس نے انتظار کیا اور واپس چلا گیا آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے مکان میں یہ نور بطور ہدیہ چھوڑ کر گیا ہے۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پرانے کپڑے آپ کی رحلت کے بعد امیر المومنینؑ کے حکم سے جناب اویس قرنی کو دے دیئے گئے۔ جناب اویس قرنی کی شہادت ۱۰ صفر کو میدان صفین (موجودہ شہر رقہ ۔ شام) میں ہوئی ۔

طالب دعا ۔ سحر ریاض ۔ ۱۰ صفر ۲۰۰۱ م ۔

اپنے بچوں کی معلمات کے لئے کتاب احسن المقال از شیخ عباس قمیؒ صفحہ ۳۲۵ سے اپنی زبان میں لکھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میثم ؑ تمارؑ ۔ ایک عابد زاہد اور سچا صحابی

۲۲ محرم یوم شہادت

تاریخ ایسے محسنین اسلام کو کیسے بھلا سکتی ہے جو ساری زندگی اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی پیروی کرتے رہے ۔ ہمیشہ سچ ہی بولا ۔ حتیٰ کہ سولی پر چڑھا دیئے گئے مگر حق کا ساتھ نہ چھوڑا ۔ میثم تمار صحابی ءرسولؐ ہونے کے ساتھ ساتھ امیر المومنینؑ کے قریب ترین دوستوں میں سے تھے اور آنحضرتؐ نے جتنی میثمؑ میں قابلیت اور استعداد تھی اس کے مطابق ان کو تعلیم دی تھی ۔ اور وہ ایسے زاہدوں میں سے تھے جن کے چہرے کو عبادت و زہد نے ان کے بدن پر خشک کر دیا تھا ۔ آپ ابن عباسؓ سے کہا کرتے تھے ۔ تفسیر قرآن میں جو چاہو مجھ سے سوال کرو کیونکہ میں نے تنزیل قرآن کی امیر المومنینؑ کے سامنے قراءت کی اور مجھے آپ نے تاویل قرآن کی تعلیم دی ۔ آپ کو رسول خداؐ نے اور امیر المومنینؑ نے کچھ اسرار خفیہ اور اخبار غیب سے بھی مطلع فرمایا تھا ۔

ابو خالد تمار سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن میں کشتی میں دریائے فرات میں جا رہا تھا کہ ہوا تیز چلنے لگی میثمؑ کشتی سے باہر آ گئے اور ہوا کی خصوصیات دیکھنے کے بعد کہنے لگے اے کشتی والو جلدی سے کشتی کو مضبوطی سے باندھ لو یہ بادء عاصف ہے ابھی ابھی معاویہ مر گیا ہے ۔ دوسرے جمعہ شام کے وقت قاصد آیا اور اس نے بھی یہی خبر دی اور وہی وقت بتایا ۔

آپ کا ایک واقعہ ہم نے اکثر علمائے کرام اور ذاکرین عظام سے سنا ہے کہ ایک دن میثمؑ کی ملاقات حبیب ابن مظاہرؑ سے ہو گئی اور آپ نے ان کی شہادت کی خبر کچھ اس طرح دی کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے خون سے ایک دن اپنی داڑھی کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں خضاب کرو گے اور تمہارے سر کو کوفہ میں لا کر پھرایا جائے گا ۔۔ تو حبیبؑ فوراً بولے اور میں بھی تمکو دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری زبان کاٹی جا رہی ہے اور تم کو ایک درخت پر لٹکا کر سولی پر چڑھایا جا رہا ہے

پھر دونوں نے ایک دوسرے کو بتایا کہ انہوں نے یہ علم کہاں سے سیکھا تھا ۔ میں نے یہ علم رسولؐ خدا اور مولا علیؑ سے سیکھا اور مجھے سیکھنے میں پانچ سال کا عرصہ لگا ۔ حبیبؑ بولے بچپن میں میرے آقا حسینؑ اپنے نانا کے ساتھ ہمارے گھر ایک رات مہمان رہے تھے تو اس رات جاگ کر یہ سارا علم امام حسینؑ نے مجھے تعلیم فرمایا ۔

میثمؑ اصل میں ایرانی تھے اور بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے ۔ امیر المومنینؑ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا تھا اور امام نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے تو جواب دیا سالم ۔ امامؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ تیرے باپ نے عجمی زبان میں تیرا نام میثم رکھا تھا ۔ میثمؑ نے کہا ۔ خدا رسولؐ اور امیر المومنین سچ کہتے ہیں ۔ میرا نام بچپن میں میثم ہی رکھا گیا تھا ۔ لہذا آپ کا نام میثم اور کنیت ابو سالم ہو گئی ۔ پھر حضرت امیر المومنینؑ نے میثمؑ کی شہادت کی تفصیل سے خبر دی اور وہ درخت بھی دکھا دیا جس پر میثم کو سولی دی جائے گی اور یہ درخت عمرو بن حریث کے مکان کے ساتھ واقع تھا ۔ میثم اکثر عمرو سے کہا کرتے تھے جب میں تمہارا ہمسایہ ہو جاؤں تو تم میرے ساتھ رو رعایت کیا کرنا تو وہ نہ سمجھ پاتا تھا حتیٰ کہ آپ کو بنی امیہ کے ولد زنا نے علیؑ سے بیزاری نہ کرنے کے جرم میں

افراد کے ساتھ پھانسی پر لٹکا دیا اور آپ کی زبان کاٹ دی گئی۔

جب آپ کو پکڑ کر ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا تو اس نے پوچھا تیرا پروردگار کہاں ہے ؟ میثمؑ نے جواب دیا کہ ستم گاروں کی کمین گاہ میں اور تو ان میں سے ایک ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ علیؑ سے بیزاری کرو ۔ میثم بولے اگر نہ کروں تو تو میرا کیا کرے گا۔اس نے کہا خدا کی قسم میں تجھے قتل کروں گا ۔ میثم نے کہا میرا مولا نے پہلے ہی یہ خبر دی ہے کہ تو مجھے قتل کرے گا ۔ابن زیاد نے کہا کہ میں تیرے مولا کی مخالفت کروں گا کہ ان کا جھوٹ ظاہر ہو۔ میثم نے کہا میرے مولا نے جھوٹ نہیں کہا ان کو رسول خداؐ نے اور رسولؐ اللہ کو حضرت جبرائیلؑ نے اور جبرائیلؑ کو اللہ کی ذات نے یہ خبر دی ہے۔ کہ پہلا شخص اسلام میں جسے منہ میں لگام دی جائے گی وہ میثم تمار ہو گا۔

پھر ابن زیاد نے میثم اور مختار کو قید کر دیا۔ قید میں میثم نے مختار کو بتایا کہ تو قتل نہیں کیا جائے گا اور آزاد ہو کر امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لے گا اور جب دونوں کو قتل کرنے کے لئے لے جانے لگے تو یزید کا قاصد آیا اور وہ فرمان دیا کہ مختارؒ کو رہا کر دیا جائے اور مختارؒ رہا کر دیئے گئے

پھر میثم کو عمرو بن حریث کے دروازے پر سولی پر لٹکا دیا گیا ۔اس سے قبل عمرو کی کنیز نے سولی کے نیچے جھاڑو دیا اور خوشبو سلگائی اور میثمؑ نے دار پر چڑھ کر فضائل اہل بیت بیان کرنا شروع کر دیا اور بنی امیہ پر لعنت کی۔۔تب ابن زیاد سے کہا گیا کہ اس نے تو تم لوگوں کو اور رسوا کر دیا ہے تو آپ کی زبان بھی کاٹ دی گئی۔ پھر تیسرے دن ایک ملعون آیا اور کہنے لگا اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو دن میں روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت میں مشغول رہتا ہے لیکن میں تجھے اپنے ہاتھ سے یہ حربہ لگا کر زخمی کروں گا ۔ چنانچہ ان کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں حربہ (ایک قسم کا چاپڑ یا چاقو) زخمی کر کے لگا دیا گیا۔ اب میثم کی ناک سے خون بہنا شروع ہوا اور ان کی داڑھی اور سینے پر جاری ہو گیا اور روح جنت کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۔۔۔۔(احسن المقال از شیخ عباس قمی سے اپنے الفاظ میں لکھا۔اس سے زیادہ معلومات کے لئے کتب سے رجوع کیجئے

اپنے بچوں کی معلومات کے لئے لکھا

طالبِ دعا ۔سید نزر عباس ۔۲۰ اپریل ۲۰۰۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ سے ایک صفحہ۔۔ مسلمانوں کے بارہ (۱۲) خلیفہ

خداوند عالم کی حمد و ثنا کے بعد حضرات محمدؐ وآل محمدؑ پر درود و سلام

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہو جائیں گے ان میں سے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا۔ باقی سب گمراہ ہوں گے۔ (مشکواۃ ج اص ۵۰)۔۔۔اب ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ تحقیق کرے کہ وہ کونسا فرقہ ناجی ہے۔ اس لئے کہ رسولؐ اللہ نے گائیڈ لائین یہ کہہ کر بتا دی ہے کہ میرے بعد ۱۲ خلیفہ ہوں گے۔ بس جو فرقہ حضور کے بعد ۱۲ حضرات کو مانے۔ نہ کم نہ زیادہ کو۔ بس وہی نجات یافتہ ہے۔ اور ایسا گروہ سوائے اثنا عشری شیعہ کے کہیں نہیں ملتا۔ اگر سواد اعظم کو دیکھیں تو ان کے ہاں خلفائے راشدین صرف چار تھے۔ پھر یہ لوگ بنی امیہ کو خلیفہ رسولؐ مانتے ہیں جن کی تعداد ۱۴ تھی پھر بادشاہان بنی عباس کو خلیفہ مانتے ہیں جن کی مجموعی تعداد ۳۶ تھی۔ اس طرح اگر جمع کریں تو تعداد ۵۴ تک پہنچ جاتی ہے جب کہ رسولؐ اللہ نے صرف ۱۲ خلیفہ بتائے ہیں پس ناجی فرقہ ۱۲ کو ماننے والا ہو سکتا ہے

اسی وجہ سے خاص خاص موقع پر خواب کے ذریعہ رسول خداؐ نے مسلمانوں کو اس مذہب کو اختیار کرنے کی تاکید کی ہے۔ ایک واقعہ تاریخ فرشتہ ص ۱۱۵ اور فتاویٰ عزیزی ج ا۔ ص ۴۷ سے تاریخ آئمہ صفحہ ۳۸۴ پر نقل کیا گیا ہے

برہان نظام شاہ والئی احمد نگر کا بیٹا عبدالقادر بہت بیمار ہو گیا۔ بہت علاج کرایا۔ بت خانوں میں نذرانے بھجوائے۔ ہندو مسلمانوں سب سے دعا کرائی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس وقت شیعہ اثناء عشری کے عالم طاہر شاہ ایرانی نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ حضور نذر کریں کہ شہزادے کو اگر شفاء ہو جائے تو زر خطیر آئمہ معصومین کے نام کی سادات کو دیں گے اور مجالس کروا کر (خطبہ آئمہ اثنا عشر پڑھوا کر) ان کے مذہب کی اشاعت کریں گے۔

بادشاہ نے شاہ طاہر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عہد کیا۔ رات کے وقت اپنے بیٹے کی آخری رات سمجھ کر بستر کی پٹی سے لگا بیٹھا رہا کہ نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا۔ ایک بزرگ نورانی صورت آئے ہیں اور ان کے ساتھ ۱۲ دوسرے بزرگ بھی ہیں۔ ایک بزرگ نے تعارف کرایا کہ یہ رسولؐ ہیں اور یہ حضرتؐ کے دائیں بائیں ۱۲ امامؑ ہیں۔ پھر آنحضرتؐ نے بادشاہ سے فرمایا کہ اللہ نے علیؑ اور ان کے فرزندوں کی برکت سے عبدالقادر کو شفا بخشی اب تم پر لازم ہے کہ طاہر شاہ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو۔ بادشاہ بیدار ہوا تو اس نے شہزادے کو تندرست پایا۔ پس اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور مذہب اثناء عشری اختیار کیا۔

اپنے بچوں کی معلومات کے لئے اپنے الفاظ میں یہ مضمون کتاب تاریخ آئمہ ص ۳۸۴ سے بنایا

طالب دعا۔۔ سید نذر عباس رضوی۔۔ ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۱م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب قنبرؓ کا ذکر

ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کی زبانی

مولا علیؑ کی خدمت میں قنبرؓ آئے تو فتاح نام تھا قنبرؓ نام رکھ دیا۔ فضہؑ آئیں تو میمونہ نام تھا علیؑ نے فضہؑ رکھ دیا۔ دونوں بہن بھائی تھے۔ دونوں حبش کے بادشاہ کی اولاد تھے۔ قنبرؓ کا چچا بادشاہ اشکبوس ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا اور تخت پر قبضہ کر لیا۔ بڑے بھائی کا بیٹا فتاح بار بار اس سے مطالبہ کرتا ہے بیٹی کی شادی مجھ سے کردو۔ میرے باپ کا حق دے دو ورنہ ہم برسرِ پیکار رہیں گے۔ بات آگے بڑھی یہاں تک کہ بادشاہ اشکبوس نے کہا تم نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔ میں اپنی بیٹی بھی تجھے بیاہ دوں گا اور تخت بھی تجھے دے دوں گا کیونکہ تو بڑا بہادر ہے۔ مگر ایک شرط ہے تو علیؑ کا سر لاکے دے دے۔ اس نے کہا کچھ پتہ بتاؤ۔ کہا مدینے جانا پڑے گا۔ کہا جائیں گے مگر لشکر دو۔ کہا سات ہزار سے زیادہ لشکر نہیں دے سکتے۔ فتاح چلا ۷۰۰۰ کے لشکر کے ساتھ اور مدینہ کے باہر پڑاؤ ڈالا۔ اور خود تنہا اپنے دو ساتھیوں فخر اور فضل کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا۔

اسی وقت ہمارے مولا علیؑ یہودی کے باغ میں پانی دے کر بیلچہ لئے ہوئے باہر آرہے تھے۔ سناٹا تھا۔ فتاح نے پوچھا یہ مدینہ ہے؟۔ جیسے ہی علیؑ کی نگاہ چہرے پر گئی آپ نے فرمایا۔ صدقت یا رسولؐ اللہ۔ اس نے پوچھا تم کو خبر ہے کہ اس شہر میں علیؑ نامی کوئی جوان رہتا ہے۔ کہا۔ ہاں رہتا ہے تمہیں کیا کام ہے۔ کہا ہم اس کا سر لینے آئے ہیں۔۔ کہا مل سکتا ہے مگر وجہ کیا ہے۔ کہا اشکبوس بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں مجھے میرے باپ کا خزانہ جو اس نے قبضہ کیا ہے وہ چاہیئے۔ اس نے شرط لگائی ہے کہ علیؑ کا سر لے آؤ اور سب کچھ لے لو۔ علیؑ نے فرمایا سر مل سکتا ہے مگر علیؑ بہت بہادر ہے۔ اگر تم مجھ پر حاوی ہو جاؤ تو علیؑ کا سر لے جا سکتے ہو۔ فتاح نے اپنے ساتھیوں سے تلوار طلب کی اور کہا یہ تلوار لو۔ علیؑ نے کہا مجھے تلوار کی ضرورت نہیں۔ فتاح نے علیؑ پر تلوار سے حملہ کیا۔ علیؑ نے بیلچے کو بلند کیا اور تلوار کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اب اس نے تیر چلایا علیؑ نے تیر کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے اور کمان کی ڈوری بھی ٹوٹ گئی۔ عاجز ہو گیا۔ کہا اب تم وار کرو۔ فتاح نے سپر کو اٹھا کر چہرے کے سامنے رکھا علیؑ نے بیلچے سے وار کیا۔ سپر کے دو ٹکڑے ہو کر گری۔ پھر علیؑ نے فتاح کے پٹکے میں ہاتھ ڈالا۔ گھوڑے سے اٹھایا۔ ہاتھ کو بلند کیا۔ کہا فتاح اب بتاؤ پٹخ دوں یا اتار دوں۔۔ کہا اتار دیجئے تا حیات غلامی کروں گا، کہا غلامی کرو گے تا حیات؟۔ کہا۔ ہاں۔ لیکن ایک شرط ہے کبھی اپنے سے جدا نہ کیجئے گا۔ کہا شرط قبول۔ ۲۶ سال کے جوان کو غلام بنایا۔ فتاح گئے سات ہزار کے لشکر کو مسلمان کیا۔ لشکر کا کمانڈر فضل کو بنایا۔ فضل رسولؐ کی خدمت میں آئے۔ علیؑ نے کہا سات ہزار مسلمان ہو گئے۔ رسولؐ نے فتاح کا چہرہ دیکھا پوچھا۔ یا علیؑ اس کا نام کیا ہے۔ کہا یا رسولؐ اللہ عرب میں ایک چڑیا ہوتی ہی ہے جو ہر وقت توحید کے نغمے گاتی ہے جس کو قنبرہ کہتے ہیں اسی کے نام پر میں نے اس کا نام قنبر رکھ دیا ہے۔ رسول نے کہا ہم بھی آج سے قنبر ہی کہیں گے۔ قنبر نے رسولؐ کو دیکھا تو قنبر بھی ان کے صحابہ میں سے۔ ان کا بھی ذکر صحبہ کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

قاضی نوراللہ شوستری نے لکھا ہے کہ قنبر کا علم مثل انبیاء کے علم کے تھا۔جب قنبر ایسا تھا تو اس کا مولا کیسا ہوگا۔رسولؐ کی بزم میں رہے۔علیؑ کے ساتھ ہروقت رہتے تھیاورسب سے بڑھ کر یہ ہے کہ زہراؑ کے درکی غلامی کی تھی۔جس طرح کسی سوال کے جواب میں فضہ قرآن پڑھتی تھیں۔قنبر بھی قنبر بھی اسی طرح آیتیں پڑھتا تھا قرآن کی اگرکسی کی بات کا جواب دینا ہو۔

تمام اہل سنت کے علمانے لکھا ہے کہ قنبر اور فضہ سگے بھائی اور بہن تھے۔قنبر بڑے ہیں اورفضہ چھوٹی ہیں۔علیؑ نے وعدہ کیا تھاتو کسی منزل پر چھوڑا نہیں۔سلمان فارسی نے مدائن میں انتقال کیا تو تو مسجد میں بیٹھے بیٹھے کہا سلمانؑ نے وفات پائی۔اب ہم جائیں گے سلمانؑ کو دفن کرنے۔۔قنبرؓ نے کہا مولا ہم بھی چلیں گے۔۔مولا نے کہا آنکھوں کو بند کراورزین کو پکڑلے۔دس تک گن۔۔قنبرؓ کہتا ہے کہ ہم سلمانؑ کی لاش کے پاس تھے۔

خیبر کی لڑائی میں رسولؐ نے نادعلی پڑھی اس وقت علیؑ مدینہ میں وضو کررہے تھے علیؑ نے گھوڑا منگایا اور کہا ہم چلے۔۔قنبر نے کہا مولا ہم کو چھوڑ جائیں گے؟۔مولانا نے کہارکاب پکڑلواور ایک سے دس تک گنو۔۔قنبر کہتے ہیں کہ آنکھ کھلی تو خیبر کا میدان تھا جو ۱۷۰ کیلومیٹر ہے مدینہ سے۔ اسلام کا علم لہرارہا تھا رسولؐ کا خیمہ سامنے تھا۔علیؑ کی آنکھ میں آشوبِ چشم تھا رسولؐ نے اپنا آب دہن لگایا اوراب علی نے جا کر قلعہ قموس فتح کرلیا جو ۳۹ دن میں مسلمانوں کیبزرگوں سے فتح نہ ہورہا تھا۔فوج لیڈر کو اورلیڈر فوج کو بھاگنے کا الزام لگاتے رہے تھے۔

خیبر کی لڑائی کے بعد مسلمانوں کا لشکر رسولؐ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا۔لیکن علیؑ الگ چلے خیبر کا دورہ کرتے ہوئے۔اس علاقے کا امیر اپنے اولاد کے ساتھ علیؑ کے پاس آیا اور قدموں پر گرگیا۔اورکہا یہ صدیوں کا جمع خزانہ آپ کے حوالے۔۔ستر اونٹوں پر خزانہ لادا گیا۔علیؑ قنبرؓ کودیکھ کر مسکرائے۔اور کہا۔قنبرؓ اتنا خزانہ کبھی دیکھا۔۔کہا مولا آپ کی غلامی میں رہ کر خزانے کا کبھی تصور ہی نہیں۔ورنہ میں بھی بادشاہ کا بیٹا ہوں۔۔سیرتھیں طبیعتیں۔کنگلے نہیں آئے تھے۔فقیر نہیں آئے تھی۔چھوٹی ذات کے نہیں تھے۔شہزادے تھے اور یہاں غلامی کررہے تھے۔اس درکے غلام بھی شہزادے ہوتے ہیں۔ہم ایسے ہی صحابہ کی عظمت بیان کرتے ہیں۔قنبر نے ستر اونٹوں کو ایک دوسرے سے باندھا اور آگے کے اونٹ کے قطار کی رسی ہاتھ میں لی۔اکڑتے ہوئے چلے کہ آج مولا امیر ہوگئے۔بڑی دولت ساتھ ہے۔چلے جارہے تھے آرام سے۔مدینہ کی سرحد پر پہنچے۔ایک اندھے فقیر نے آواز دی۔بھوکا ہوں۔قدموں کی چاپ بتارہی ہے کوئی سخی آرہا ہے۔فقیر بھی سخی کو پہچانتے تھے۔بخیل سے سوال نہیں کرتے تھے۔آوازعلیؑ کے کانوں میں آئی۔۔کہا۔قنبر فقیر آواز دے رہا ہے جلدی سے رسوٹی دے دو۔کہا مولا۔روٹی دسترخوان میں ہے۔کہا دسترخوان دے دو۔کہا دسترخوان صندوق میں ہے۔کہا صندوق دے دو۔کہا صندوق اونٹ پر بار ہے کہا اونٹ دے دو۔کہا اونٹ قطار میں ہے کہا قطار دے دو۔۔اب حدیث یہ ہے صدقہ دینے میں دیر نہ ہو۔۔صندوق کھولا جاتا۔روٹی نکلتی۔دیر ہوتی۔اس لئے علیؑ نے کہا۔ فوراً دے دو۔اسی دم ستر اونٹوں کی رسی فقیر کے ہاتھ میں دے کر قنبرؓ بھاگ کر دور کھڑے ہوگئے۔۔مولا نے کہا قنبرؓ یہ کیا؟۔قنبرؓ نے کہا مولا ڈرگیا کہ دریائے کرم آپ کا جوش میں ہے ۔کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ فقیر سے کہیں اونٹوں کی قطار کے ساتھ قنبر کو بھی لے جا۔۔میں آپ کا دامن چھوڑنا نہیں چاہتا۔

ادہر فقیر بڑبڑا رہا ہے۔عجیب ہے غلام علیؑ کا۔روٹی مانگی تھی۔رسی کا ٹکڑا پکڑا کر چلا گیا۔علیؑ نے سنا۔قریب آئے۔اپنے دامن کو فقیر کے ہاتھوں سے مس کیا۔آنکھوں کو بینائی ملی۔آنکھیں کھلی تو دولت دیکھی۔۔اب سیر ہو گیا۔۔کہا مولا نہیں چاہیئے۔۔کہا ہم آل محمد راہِ خدا میں جو دے دیتے ہیں ۔واپس نہیں لیتے۔

فخر الدین رازای نے جو اہلبیت سے راضی نہ تھے نے کہاں یہ بیجا اسراف تھا۔ایک کو ہی اتنا دے دیا۔امت میں بانٹ دیتے۔۔ارے کیوں بانٹے دیتے؟۔قرآن پڑھیں تو پتہ چلے وہ مال جو پورا لشکر مل کر جنگ کر کے،تلوار چلا کر،گھوڑے دوڑا کر حاصل کرے اس میں سب کا حصہ ہوگا اور جو تنہا خود حاصل کرے اپنی محنت سے اس کی مرضی دے یا نہ دے۔اب نہیں معلوم کیا ہوئی دولت اور کہاں گیا فقیر۔یہ راز رہ گیا۔لیکن یہ بات ثابت ہوگئی کہ علی کی اس سخاوت کی معرفت اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو نزاجا سخی ہو۔بخیل کے یہ واقعہ سمجھ میں نہیں آئے گا۔

علیؑ خرید نے گئے لباس۔دو لباس بازار سے خریدے جو بہتر تھا وہ قنبرؓ کو دیا۔لوگوں نے اعتراض کیا کہ قیمتی لباس غلام کو دے دیا۔سستا لباس خود لے لیا۔۔کہا یہ جوان ہے میں بوڑھا ہوں۔جوان اچھا لباس پہننا پسند کرتا ہے۔میری عمر نکل گئی۔پتہ چلا علیؑ غلام کو بھی بیٹوں کی طرح پالتے تھے۔تب ہی تو حق ادا کرتے تھے غلام۔

کسی نے قنبر سے کہا بہت غریب ہے تیرا آقا۔۔قنبرؓ نے کہا۔تجھے نظر آتا ہوگا غریب۔کہا کیا خوبی ہے؟۔ کہا سنو۔علیؑ وہ ہے جس نے جس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔یہ وہ ہے جس نے دو منہ والی تلوار سے جنگ کی۔یہ وہ ہے جس نے دو بار ہجرت کی۔یہ وہ ہے جو ایک ہاتھ سے دو نیزے چلا سکتا ہے۔یہ وہ ہےجس کے دو بیٹے جنت کے سردار ہیں۔یہ وہ ہے جو دو عالم کا مالک ہے۔قنبرؓ نے ڈیڑھ سو فضائل سنا ڈالے جس میں دو کا لفظ آتا تھا۔یہ تھا قنبر کا کمال کہ فضائل علی پڑھے جائیں تو یوں پڑھے۔

قنبرؓ ۶۱ھ تک زندہ رہے۔۔بڑی عمر پائی۔اور علیؑ نے کہہ دیا تھا ۱۹ رمضان کی شب قنبرؓ کو اپنے پاس بلا کر۔کیا عالم ہوگا جب ہماری محبت میں تمہیں قتل کیا جائے گا؟۔۔کہا راضی برضا ہوں مولا۔۔حیران ہیں علماء کہ جب قنبرؓ زندہ تھے تو واقعہ کربلا کوں نہیں تھے۔پتہ چلا ابن زیاد کی قید میں تھے۔جب حجاج بن یوسف کا دور آیا تو ڈیڑھ لاکھ محبانِ علیؑ قید میں تھے۔اور جب وہ بیٹھتا تھا دربار میں تو کہتا تھا کہ دل چاہتے ہے آج کسی علیؑ والے کو قتل کریں۔لاؤ قید سے کسی کو نکال کے۔قنبر کو لایا گیا۔پوچھا تو کیا کام کرتا تھا علیؑ کے کہا۔وضو کا پانی لاتا تھا۔پوچھا علیؑ نے کچھ بتائیا تھا تو بیانکرو۔کہا۔ہاں بتایا تھا کہ ایک فاسق وفاجر کے تیرا قتل ہوگا تجھے ذبح کیا جائے گا۔وہ بدترین مخلوق قرار پائے گا۔کہا دین علیؑ کو گالی دو۔کہا علیؑ کے دین سے بہتر کوئی دین ہو تو بتا؟۔اور بس محبت علیؑ کے جرم میں قنبر کو ذبح کر دیا گیا۔اللہ کی لعنت ہو ظالمین پر۔

(یہ مضمون جناب ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی صاحب کی تقریر سے بنایا۔طالب دعاء۔سید نذر عباس۔۱۳ نومبر ۲۰۰۸م)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قنبرؓ کا تعارف

پوچھیں گے نکیرین تو کہہ دیں گے انیسؔ   قنبرؓ کا جو مولا ہے غلام اس کا ہوں

اللہ اللہ یہ غلامیِ علیؑ کا شرف ہے   مشکلیں حل ہو گئیں جب نامِ قنبرؓ لے لیا

---سید خورشید حسن عرف دولھا صاحب عروجؔ---

دیر سے پہنچے درِ شاہِ نجف پر ہم فقیر   ایک عہدہ تھا غلامی کا وہ قنبرؓ لے گئے

---علی نقی صفیؔ---

غلام ساقیِ کوثر سلیمانوں سے بہتر ہے   وہ ظاہر میں تو قنبرؓ ہے نصیبہ کا سکندر ہے

اللہ رے غلامی حیدرؑ کی برتری   ہے حسن یوسفؑ کی خریدار قنبری

--آغا سروشؔ--

احساس مساوات کا پیکر دے دے   آقائی سے بے نیاز حیدرؑ دے دے

اس دورِ غلامی کو مٹانے کے لئے   اس عہد کو یارب کوئی قنبرؓ دے دے

--نادم سیتاپوری--

کوئی سلماں نہیں ملتا کوئی بوذر نہیں ملتا   ہمیں دونوں جہاں میں ثانیِ قنبرؓ نہیں ملتا

-- ناطق امروہوی --

السلام اے صاحبِ محراب و منبر السلام   السلام اے خواجہ سلمان و قنبرؓ السلام

--کاشی--

ایک دن ایک عالم دین جن کا نام ابو یوسف ابن اسحاق بن سکیت تھا بادشاہ متوکل عباسی کے دولڑکوں کو علم نحو پڑھا رہے تھے۔ یکایک متوکل نشہ نخوت میں سامنے آیا اور کہنے لگا۔۔

مولوی جی۔تمھیں میرے دونوں بیٹے معتز اور مؤید زیادہ پیارے ہیں یا حسنؑ اور حسین علیہم السلام۔؟ ابن سکیتؒ نے غصہ سے بے قابو ہو کر کہا تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے میرے نزدیک قنبرؓ بہتر ہے۔متوکل نے حکم دیا کہ ان کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے۔اور وہ ۲۴۴ھ میں سزایاب ہو کر شہید ہوئے۔یہ قنبرؓ کون تھے؟ آپ مولا علیؑ کے دو غلاموں میں سے ایک تھے آپ کے دوسرے غلام یحییٰ بن کثیر تھے جن سے امام اوزعی نے حدیث کی روایات بیان کی ہیں۔دوسرے قنبرؓ مولا علیؑ کے غلام تھے۔وہ کبھی مہاجر۔کبھی سفیر۔کبھی خادم۔کبھی علمدار۔کبھی صیغہ مال کے نگران اعلیٰ۔کبھی شعلہ بیان مقرر۔کبھی قیدی اور آخر میں ظالم دشمن کے ہاتھ سے ذبح ہو کر اپنے خون ناحق میں شہادت کا درجہ حاصل کرنے والے تھے (آغا مھدی رضوی۔۱۱۔۱۱۔۱۳۹۳ھ)

آج کل قنبرؒ کا نام صرف مومنین ہی میں ملتا ہے۔ عرب جب نام رکھتے تھے تو وہ انسان کی خصوصیات کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ عرب کے پرندوں میں قنبرہ ایک خوبصورت چڑیا ہے جو ھد ھد جیسی پیاری ہوتی تھی۔ اس کی آواز بہت سریلی اور اس کے سر پر تاج ہوتا ہے۔ کتاب وسائل شیعہ اور دوسری احادیث میں امام مظلومؑ کے ذکر میں اس چڑیا کو ان پرندوں میں قرار دیا ہے جو وحدانیت خدا کے ذکر کے ساتھ ساتھ ہادیان ملت کی مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ قنبرؒ کا نام اس سے ماخوذ ہے۔ یقیناً یہ نام حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کا رکھا ہوا ہے۔ قنبرؒ خوش کردار۔ خوش گفتار اور مولا کی غلامی سے ان کے سر پر عزت کا وہ تاج ہے جو قیصر وکسریٰ کو نصیب نہیں۔ وہ عرب نژاد نہ تھے۔ اب بھی ان کا نام لینے والے ان کے قبیلے اور ان کے والدین کے نام سے ناواقف ہیں۔

قنبرؒ صحابی رسولؐ تھے۔ کچھ لوگ ان کو تابعی سمجھتے ہیں لیکن مولوی مرزا باقر علی نے اپنی کتاب فضائل وتقویٰ میں ص ۲۵۶ پہ جو نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صحابی رسولؐ تھے۔۔۔ فتح خیبر کے بعد قنبرؒ کا بحکم امامؑ خوبصورت ہرن کے تعاقب میں دوڑنا۔۔ ناکامی پر مشکلات میں پھنسنا۔ پھر باعجاز وہاں مولاؑ کا پہنچنا اور تن تنہا غسام خیبری کو قتل کرنا اور اس کے اموال وزر کا اونٹوں پر لادکر مدینہ لانا۔۔ اس بات کی دلیل معلوم ہوتا ہے کہ قنبرؒ صحابی ہی تھے اور تابعی نہیں تھے۔

بعض کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ قنبر اشکبوس فرمانروائے حبش کے بھتیجے تھے اور ان کا اصل نام فتاح تھا۔ ذاتیات کے تحت آقائے کونین سے مقابلہ ہوا۔ مغلوب ہونے پر اسلام لائے اور عقیدت کی یہ فراوانی ہوئی کہ غلامی میں قبول کرنے کی خواہش کی اس شرط سے کہ کبھی جدا نہ ہوں گا۔ قدر افزا ذات نے خواہش منظور کی اور فتاح کا نام قنبرؒ رکھا۔

قنبرؒ کے لئے یہ بہت بڑا شرف ہے کہ خاتون جنتؑ کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹیاں ان کے دسترخوان کی زینت ہوئیں۔ جن روٹیوں کے لئے فرشتے سوالی بن کر آئے (سورۃ دہر)

امام علیؑ نے ایک خط میں قنبر کو لکھا۔۔ اے قنبرؒ۔ کل تم میرے تھے۔ اور آج کے دن میرے جیسے ہو۔ بخش دیا میں نے تم کو وہ سب جو تم نے مجھے دیا تھا۔ علیؑ بقلم خود۔۔ جس طرح عبد ومعبود میں اتحاد ہوتا ہے۔ غلام وآقا اسی جادہ پر نظر آتے ہیں۔ خدا کہتا ہے ۔ بندے۔ میری اطاعت کر۔ میں تجھے اپنے مثل بنا دوں۔۔ قنبرؒ نے اپنے آقا کی اطاعت کی۔ وہ بندہ نوازی کی کہ فلک عزت پہ پہنچے۔ یہاں تک کہ علیؑ جیسے امام ان کو اپنے مثل کہنے لگے۔

ہمارے چھٹے امام صادقؑ کی علم افروز بزم میں بھی قنبرؒ کو یاد کیا جاتا تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے قنبر کی ابتدائیہ کو اپنی حدیث میں اس طرح ظاہر کیا ہے کہ جب شاہِ ولایت گھر سے برآمد ہوتے تھے تو قنبرؒ بھی تلوار لے کے پیچھے پیچھے چلتے۔ ایک مرتبہ اندھیری رات میں آقا گھر سے نکلے۔ قنبرؒ ساتھ ہو گئے۔ جب احساس ہوا کہ وفادار غلام ساتھ ساتھ ہے تو امام علی مقام نے پلٹ کر دیکھا اور کہا قنبرؒ تجھے کیا ہو گیا ہے؟۔ عرض کیا اس لئے آرہا ہوں کہ آپ کی حفاظت کیلئے آپ کے پیچھے پیچھے چلوں۔ فرمایا۔ تجھ پہ وائے ہو۔ اہل آسمان سے میری حفاظت کرنا چاہتے ہو یا اہل زمین سے۔ کہا اہل زمین سے۔۔ امام نے فرمایا۔ جب تک آسمان سے حکم خدا

نہ ہوز مین کے دشمن میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔تم واپس جاؤ(اصول کافی)قنبرؓ اس حکم کے بعد واپس چلے گئے۔

قنبرؓ کی دلیری اور نڈر پن کا ایک واقعہ مشہور عالم اہل سنت صالح ترمذی کشفی نے اپنی مناقب فارسی میں لکھا ہے۔۔۔قنبرؓ مولائے کائنات کا خط لیکر معاویہ کے پاس گئے۔ان کا بلند و بالا قد دیکھ کر اس نے مسخرے پن میں کہا کہ کچھ آسمان کی بھی خبر ہے؟۔ قنبرؓ نے کہا علیؑ ابن ابی طالبؑ تیرے عقب میں ہیں اور ملک الموت تیری گھات میں ہے۔ معاویہ یہ سن کر جھینپ گیا دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ جوتے اتار کر آؤ ۔تو قنبرؓ نے کہا کہ یہ وادی مقدس طویٰ نہیں جو نعلین اتار دی جائے۔قنبرؓ نے جو خط معاویہ کو دیا اس میں لکھا تھا۔۔۔تجھے تیری وقتی عزت نے مغرور کر دیا ہے تیرا انجام ذلت و خواری ہے۔اپنی بدکرداری سے ڈر۔تو شاید خدا تجھے سیدھے راستے پر چلائے۔۔۔

اہل بیت نے غلام نوازی میں ہم کو مساوات کا سبق دیا ہے۔اگر ایک دن خاتون محشر کھانا پکاتی تھیں اور گھر کا کام کرتی تھیں تو دوسرے دن کنیز فضہؑ کیا کرتی تھیں۔جو لباس آقا کے جسم پر ہوتے تھے اس سے بہتر لباس غلام کے جسم پر نظر آتا تھا

ابو نواء جو کاٹن کے کپڑوں کا دکاندار تھا اس نے روایت کی ہے۔ایک روز جناب امیر قنبرؓ کو لئے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے دو موٹے سوتی کپڑے خریدے۔اور اپنے غلام سے فرمایا اس میں سے جو تجھے پسند ہو لے لو۔قنبرؓ نے ایک کو پسند کیا اور دوسرا مولا علیؑ نے پہن لیا۔کچھ علما نے اسی طرح کا واقعہ اپنی مجالس میں پڑھا ہے کہ مولا نے دو جوڑے خریدے اور جو بہتر والا تھا وہی قنبرؓ کو دے دیا۔جب قنبر نے کہا مولا یہ آپ پہن لیں تو امام نے فرمایا۔نہیں قنبر یہ تجھ پر ہی جچتا ہے اس لئے کہ تو جوان ہے۔

مولا علیؑ کی سخاوت اور خیرات کا ایک ذکر اکثر علماء اور ذاکرین بیان کرتے ہیں۔مولا اپنی انفرادی جنگ میں فتح یاب ہو کر غشام کا خزانہ اونٹوں پر لاد کر مدینہ لا رہے تھے۔راستے میں نابینا فقیر نے روٹی کا سوال کیا۔قنبر کو حکم دیا کہ فقیر کو روٹی دے دو۔قنبرؓ نے کہا روٹی دسترخوان میں ہے۔پھر کہا کہ وہ اونٹ پر بار ہے اور اونٹ اپنی قطار میں ہے۔تو مولاؑ نے فرمایا پوری قطار ہی دے دو۔یہ سننا تھا کہ مولاؑ کی بخشش کی بارش دیکھ کر بڑی عجلت سے قنبرؓ نے اونٹوں کی قطار فقیر کے ہاتھ میں دے دی۔ذاکرین کا خیال ہے کہ اگر کہیں قنبرؓ یہ کہہ دیتے کہ اونٹوں کی قطار کی رسی میرے ہاتھ میں ہے تو ہوسکتا مولا کہتے قنبرؓ تم بھی خیرات میں چلے جاؤ۔۔۔دوسری وجہ یہ تھی کہ جو غور طلب ہے کہ خیرات میں قرآن کریم نے جلدی کا حکم دیا ہے۔قطار سے دسترخوان تلاش کرنے ،اونٹ کو بٹھانے میں بڑی دیر لگتی اور تاخیر فرمان ایزدی کے خلاف تھی ۔لہذا مع قطار دینا عین عقل تھا۔اور اس واقعہ کا آخری حصہ یہ ہے کہ وہ نابینا مولاؑ کی عبا سے لپٹ کر بینائی پا گیا

(اپنے بچوں کی معلومات کیلئے یہ مضمون انتہائی عجلت میں دوران سفر لکھا گیا۔اگر کسی بھائی کے پاس مزید معلومات ہوں تو ارسال کرے۔

nazar_abbas@yahoo.com ۔شکریہ ۔طالب دعا۔سید نزر عباس۔۱۴ اگست ۲۰۰۳ م)

عمار یاسرؓ

رسول ؐ کے وہ صحابی جنہوں نے ابتدائے اسلام میں انتہائی سختیاں اٹھائیں عمار یاسر ہی تھے ___ ان کی والدہ سمعیہ اسلام کی سب سے پہلی شہید عورت تھیں جن کو ابو جہل نے نیزہ مار کر شہید کیا تھا ___ رسول اللہؐ نے عمار کے بارے میں فرمایا تھا "عمار حق کے ساتھ ہے اور حق عمار کے ساتھ جہاں بھی عمار ہو ___ اسے باغی گروہ قتل کرے گا۔ سر سے لے کر پاؤں تک عمار ایمان سے پر (بھرا ہوا) ہے۔"

عمار نو صفر سنہ ۳۷ میں نوے سال کی عمر میں جنگ صفین میں معاویہ سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ___

ان کا پورا نام عمار بن یاسر العنسی حلیف بن مخزوم تھا۔ آپ کی کنیت ابو یقظان تھی ___ آپ رسول اللہؐ کے بزرگ ساتھی حضرت امیرؑ کے منتخب صحابی۔ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے ___ راہ خدا میں تکلیف و عذاب جھیلنے والے تھے ___ آپ مہاجرین ء حبشہ میں بھی شامل تھے ۔اور جنگ بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہونے والے صحابی ء رسولؐ ہیں۔ ان کے والد یاسر، ماں سمیہ اور بھائی عبداللہ ابتدائے اسلام میں ہی اسلام لانے والوں میں سے ہیں ___ جنکو مشرکین قریش نے انتہائی تکلیفیں پہنچائی ___ جب حضرت رسول خداؐ ان کے پاس سے گزرتے تھے تو انہیں تسلی دیتے اور صبر کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے اور فرماتے خدایا تو آل ء یاسر کو بخش دے اور تو نے تو بخش ہی دیا ہے۔

کفار مکہ ان کو بلال حبشی اور صہیب کے ہمراہ لوہے کی زنجیریں پہنا کر گھنٹوں دھوپ میں کھڑا رکھتے تھے یہاں تک کہ سورج اور لوہا ان کے جسم کو پکا دیتے تھے ___ اور ان کے دماغ کی چربی میں ابال آجاتا تھا۔

ان کے والد یمن سے مکہ آئے تھے۔ وہ ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کے حلیف اور ہم قسم ہو گئے تھے اور ان کی کنیز سمیہ سے شادی کر لی تو عمار پیدا ہوئے ابو حذیفہ نے سمیہ کو آزاد کر دیا تھا۔

جب حضرت عثمان نے ولائے اہلبیت میں عمار کو اتنا پیٹا کہ ان کو فتق کا مرض ہو گیا اور ان کی پسلیاں ٹوٹ گئی تو بنی مخزوم اکٹھا ہو کر آئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم اگر عمار فوت ہو گئے تو ہم ان کے مقابلے میں عثمان کے علاوہ اور کسی کو قتل نہیں کریں گے

ایک دفعہ مشرکین مکہ نے عمار کو آگ میں پھینک دیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا

یا نار کونی برداً و سلاماً علی عمار کما کنت برداً و سلاماً علی ابرہیم

اے آگ عمار پر ویسے ہی برد اور سالم ہو جا جیسے ابراہیمؑ پر ہوئی تھی ۔ تو آگ نے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔ اور ٹھنڈی ہو گئی ___

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق مسجد نبوی کی تعمیر میں عمار باقی لوگوں کی نسبت سے دگنے پتھر اٹھاتے تھے تاکہ ایک حصہ اپنا اور دوسرا رسول خداؐ کا ہو اور آنحضرت ان کے سر اور جسم سے گرد پونچھتے تھے ___

خداوند عالم عمار اور ان کے والدین پر رحمت نازل کرے۔ آمین یارب العالمین ___

___ اپنے بچوں کے علم کے لئے یہ مضمون شیخ عباس قمی کی کتاب سے اپنے الفاظ میں لکھا ___ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ___

طالب دعا ___ سنعر یاض ___ ۷ مئی ۲۰۰۰م ___

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب مالکِ اشترؓ کا ذکر

ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کی زبانی

مالک اشترؒ کے تعارف کے لئے ایک جملہ مولا علیؑ کا کافی ہے۔فرماتے ہیں جس طرح میں رسول کے لئے تھا ملکِ اشتر میرے لئے ہے۔کیا کہنے مالکِ اشترؒ کے۔جنگِ جمل میں علیؑ کی فوج کے سپہ سالار تھے۔صفین میں بھی سپہ سالار تھے۔سات روز یوں تلوار چلائی صفین میں کہ کہ نہ رات رکے نہ دن۔۔بہت بہادر تھے مالکِ اشترؒ۔اور اتنے ہی متقی،عبادت گزار اور حلم اور علم والے تھے۔

اس وقت کی سب سے بڑی سلطنت کی فوج کت کمانڈر تھے۔قد بھی کافی لمبا چوڑا تھا۔بازار سے چلے جارہے تھے کہ ایک قصائی نے ہڈی کھینچ کر مار دی پیر پر لگی صرف جلال کے عالم میں ایک بار مڑ کر دیکھا اور سیدھے چلے گئے۔لوگ دوڑ پڑے اور کہنے لگے۔تو پاگل ہو گیا ہے یہ تونے کس کو ہڈی ماری۔یہ تو علیؑ کی فوج کا سپہ سالار مالکِ اشترؒ ہے۔۔اس نے کہا میں نے نہیں پہچانا۔دوڑا ہوا گیا مسجدِ کوفہ میں۔وہ صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔نماز پڑھ چکے تو ادب سے قریب گیا۔کہا میں نے پہچانا نہیں مجھے معاف کر دیجئے۔کہا ملکِ اشتر نے کیوں پریشان ہے۔میں تو گھر جا رہا تھا۔مسجد تو آیا ہی اسی لئے ہوں کہ دو رکعت نماز پڑھ کر تیری مغفرت کر دوں۔۔یہ ہے مالک اشتر۔یہ معاف کرنے والے لوگ ہیں۔جب سپہ سالار ایسا ہو تو اس کا تاجدار علیؑ کیسا ہوگا۔۔یہ صحابی رسول بھی ہیں اور صحابیِ علیؑ بھی۔

(یہ مضمون جناب ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی صاحب کی تقریر سے بنایا۔طالب دعاء۔سید نذر عباس۔۱۳ نومبر ۲۰۰۸م)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحابیء رسولؐ حضرت ابوذر غفاریؓ

یوم وفات ۵ ذوالحجہ

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کے درمیان سلمان فارسیؓ کے بعد (جن کو رسولؐ اللہ نے من اہلبیت کہا۔ سلمانؓ میرے اہلبیت سے ہے) جناب ابوذرؓ سے بہتر کوئی نہ تھا۔ آپ کا اصل نام جندب بن جنادہ تھا۔ اور لقب ابوذرؓ تھا۔ آپ قبیلہ بنی غفار سے تھے۔ آپ کس طرح سے اسلام لائے اس کو حضرت رسول خداؐ نے ایک صحابی سے جس طرح بیان کیا۔ اسے امام صادقؑ نے اپنے ایک صحابی کے سوال کرنے پر اس طرح بتایا:۔۔۔

ابوذرؓ مکہ سے ایک منزل پر ابوطن ہرکہ کے مقام پہ اپنی بھیڑوں کو چرایا کرتے تھے۔ ناگاہ ایک بھیڑیا ان کی گوسفندوں پر داہنی جانب سے جھپٹا۔ ابوذرؓ نے اپنے عصا سے اسے بھگا دیا۔ پھر وہ بائیں جانب سے حملہ آور ہوا۔ ابوذرؓ نے اس کو اپنا عصا مارا اور کہا کہ تجھ سے زیادہ خبیث بھیڑیا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ تو وہ بھیڑیا باعجاز خداوندی گویا ہوا اور کہنے لگا۔ باخدا اہل مکہ مجھ سے زیادہ بدتر ہیں۔ اللہ نے ان کی طرف ایک پیغمبر بھیجا اور وہ اس کے پیغام کو جھوٹ سے نسبت دیتے ہیں۔ اور اس کو برا اور ناسزا کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی ابوذرؓ اپنے گھر گئے اور اپنی بیوی سے ناشتہ ایک لوٹا اور عصا لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تاکہ جو خبر بھیڑیئے سے سنی تھی اس کی تصدیق کریں۔ نہایت تکلیفوں کے بعد مکہ پہنچے۔ وہ بہت پیاسے تھے۔ زمزم پر پہنچ کر ایک ڈول پانی کا کھینچا تو دیکھا کہ وہ ڈول دودھ سے بھرا ہوا ہے۔ ان کے دل میں خیال گزرا کہ یہ اس خبر کی گواہی ہے جو بھیڑیئے نے دی تھی اور یہ بھی اللہ کے رسولؐ کے رسول کے معجزے کی کڑی معلوم ہوتی ہے۔

آپ نے دودھ پیا اور مسجد حرام کے ایک کونے میں آ کر بیٹھ گئے۔ وہاں قریش کی ایک جماعت بیٹھی تھی جو آنحضرتؐ کو برا بھلا کہہ رہی تھی جیسا کہ بھیڑیئے نے گواہی دی تھی۔ دن بھر وہ لوگ رسولؐ خدا کی برائی کرتے رہے۔ شام کو وہاں پر حضرت ابوطالبؑ تشریف لائے تو وہ لوگ بولے خاموش ہو جاؤ۔ حضرتؐ کے چچا آ رہے ہیں۔ غرض کہ وہ سب آنحضرتؐ کی برائی سے فوراً رک گئے۔ اور حضرت ابوطالبؑ سے باتیں کرنے لگے۔ شام کو جب ابوطالبؑ وہاں سے اٹھے تو ابوذرؓ بھی ان کے پیچھے ہو لئے۔ انہوں نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور پوچھا کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟ ابوذرؓ نے کہا۔ میں اس پیغمبر کی تلاش میں آیا ہوں جو آپ کے درمیان مبعوث ہوا ہے۔ پوچھا ان سے کیا کام ہے؟۔ ابوذرؓ نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ ان پر ایمان لاؤں اور جو کچھ وہ فرمائیں ان کی سچائی کا اقرار کروں اور ان کی اطاعت اور تابعداری کروں۔ فرمایا کیا تم ضرور ایسا کرو گے؟۔ عرض کی۔ بے شک۔ فرمایا۔ اچھا کل اس وقت آنا۔ میں تم کو ان کے پاس پہنچا دوں گا۔ ابوذرؓ نے رات مسجد الحرام میں گزاری۔ صبح کو ان ہی کافروں کی مجلس میں پھر جا کے بیٹھ گئے۔ ان لوگوں نے پھر رسولؐ اللہ کی مذمت شروع کی۔ اور جب حضرت ابوطالبؑ آتے نظر آئے تو خاموش ہو گئے۔ برائی کرنے سے باز آ گئے۔ اور ان سے باتیں کرنے لگے۔ اور جب حضرت ابوطالبؑ رخصت ہونے لگے تو جناب ابوذرؓ ان کے پیچھے ہو لئے۔ انہوں نے پھر کل کی طرح پوچھا اور ابوذرؓ نے وہی جواب دیئے۔ اور پوچھا کہ جو تم کہتے ہو اس پر عمل کرو گے؟ پھر وہ ابوذرؓ کو لیکر اس گھر میں گئے جہاں حضرت حمزہؓ تھے۔ انہوں نے بھی سوال کئے اور فرمایا کیا تم شہادت دیتے ہو کہ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے فوراً کہا۔ **اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ.**

پھر حضرت حمزہؓ ابوذرؓ کو اس گھر میں لے گئے جس میں جعفر طیارؓ تھے۔ ابوذرؓ نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے بھی جواب سلام کے بعد وہی سوال کئے اور کلمہ شہادت کا اقرار لیا۔ تب ابوذرؓ کو اس گھر میں لے گئے جہاں امیر المومنین حضرت علیؑ تھے۔ امام علیؑ نے بھی ابوذرؓ سے کلمہ شہادت کا اقرار لیا۔ اب ابوذرؓ کو اس گھر میں لے جایا گیا جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ابوذرؓ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ حضرتؐ نے آپ کا مدعا دریافت کیا اور کلمہ شہادت کی تلقین فرمائی۔ اور حضورؐ نے فرمایا۔ اے ابوذرؓ۔ اپنے وطن واپس جاؤ۔ تمہارے پہنچنے تک تمہارے چچازاد بھائی کا انتقال ہو چکا ہو گا۔ اور تمہارے سوا اس کا کوئی وارث نہ ہو گا۔ اس کا مال لے لو اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہو یہاں تک کہ میں اپنی نبوت کا اعلان کروں۔ پھر میرے پاس چلے آنا۔ جناب ابوذرؓ چلے گئے یہاں تک کہ حضورؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔ اور دین اسلام رائج ہوا۔ تب وہ مدینہ میں خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا یہ تھی کیفیت جناب ابوذرؓ کے ایمان لانے کی۔

ایک دن جبریلؑ امین نازل ہوئے اور فرمایا۔ یا رسول اللہ ابوذرؓ کی ایک دعا ہے جو اہل آسمان میں بہت مشہور ہے۔ جب وہ آئیں تو ان سے دریافت کیجئے۔ جب ابوذرؓ آئے تو رسولؐ اللہ نے دریافت کیا۔ تو آپؓ نے فرمایا میں یہ دعا پڑھتا رہتا ہوں۔۔۔

اللھم انی اسئلک الایمان بک و التصدیق بنبیک و العافیه من جمیع البلاء والشکر علیٰ العافیه والغنی عن اشرار الناس

امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ ایک روز جناب ابوذرؓ خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے میں اپنی ساٹھ گوسفندوں کی دیکھ بھال کے لئے جانا چاہتا ہوں کیونکہ ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔ لیکن آپ کی زیارت سے بھی محروم نہیں رہنا چاہتا۔ حضورؐ نے اجازت دے دی اور آپ اپنے گاؤں چلے گئے۔ مگر ساتویں روز واپس آ گئے۔ حضرتؐ نے پوچھا گوسفندوں کا کیا کیا۔ عرض کی یارسولؐ اللہ۔ ان کا قصہ عجیب ہے۔ میں اپنی نماز میں مشغول تھا کہ ایک بھیڑیا میری بھیڑوں پر حملہ آور ہوا۔ میں متردد ہوا کہ نماز کو توڑ دوں اور بھیڑوں کو بچالوں یا بدستور نماز میں مشغول رہوں۔ شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ بھیڑیا سب بھیڑوں کو ہلاک کر دے گا اور تیرے لئے کچھ نہیں بچے گا۔ تو میں نے خیال کیا کہ اگر میری بھیڑیں چلی گئیں تو کچھ پرواہ نہیں۔ خدا کی توحید رسولؐ خدا پر ایمان اور ان کے بھائی علیؑ کی محبت اور ان کے سیدا الشباب الاہل الجنۃ بچوں سے الفت اور ان کے دشمنوں سے دشمنی تو باقی رہے گی۔ جب یہ دولت میرے پاس ہوگی تو جو کچھ ضائع ہو جائے ہیچ ہے۔ غرض میں نماز میں مشغول رہا۔ اسی اثناء میں ایک بھیڑیا ایک گوسفند کے بچے کو لے کر بھاگا۔ ناگاہ ایک شیر ظاہر ہوا۔ اور اس نے بھیڑیئے کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور اس بچے کو واپس میری گوسفندوں کے ریوڑ میں لے آیا۔ اور مجھ سے اعجازِ خداوندی سے بولا۔ اے ابوذرؓ اپنی نماز میں مشغول رہو۔ کیونکہ خالق نے مجھے تمہاری گوسفندوں پر حفاظت کے لئے مامور کیا ہے۔ اور جب میں نے نماز تمام کی تو وہ شیر بولا۔ اے ابوذرؓ رسولؐ اللہ کے پاس جاؤ اور ان کو اطلاع دو کہ خدا نے آپ کے صحابی کا احترام واکرام فرمایا اور آپ کی شریعت کا حفاظت کرنے والا قرار دیا اور ان گوسفندوں پر ایک شیر کو مقرر کیا۔ آنحضرت کے پاس کچھ صحابہ موجود تھے جنہوں نے تعجب کیا۔ تو رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ اے ابوذر تم نے سچ کہا میں علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ تمہاری تصدیق کرتے ہیں۔ منافقوں نے جب یہ سنا تو کہنے لگے۔ معاذ اللہ رسولؐ نے ہم لوگوں کو مرعوب کرنے کی خاطر ابوذرؓ سے مل کر یہ سازش کی ہے تاکہ اس حیلے سے ہم ان کا اعتقاد کریں۔ لہذا کسی دن وہاں چل کر دیکھتے ہیں۔ ایک دن جا کر دیکھا کہ ابوذرؓ نماز میں مشغول ہیں اور ایک شیر ان کی بھیڑوں کے گرد گھوم رہا ہے۔ جب ابوذرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو شیر نے اعجاز خداوندی سے کہا۔ اے ابوذرؓ اپنی گوسفندوں کو لو۔ پھر ان منافقوں کو آواز دی۔ اے جماعت منافقین۔ انکار کرتے ہو اس امر سے کہ خدا نے مجھ کو اس کی گوسفندوں کے لئے مامور فرمایا۔ جو محمدؐ علیؑ اور ان کی آل طاہرہ کا دوست ہے اور خدا کی جانب ان کا وسیلہ اختیار کرتا ہے۔ اسی خدا نے مجھے ابوذرؓ کا مطیع قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ اگر وہ حکم دیں تو تم سب کو چیر پھاڑ کر ہلاک کر دوں۔ اسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس سے بڑی کوئی قسم نہیں اور نہ کوئی ذات ہے کہ اگر محمدؐ اور آل محمدؐ کے حق کے ساتھ خدا سے سوال کروں کہ کہ تمام دریاؤں کو روغن اور تمام پہاڑوں کو مشک وعنبر و کافور بنادے اور تمام درختوں کی شاخوں کو زمرد اور زبرجد قرار دے دے تو یقیناً وہ قادرِ منان سب کو ایسا ہی بنا دے گا۔

حضرت ابوذرؓ کے بارے میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی کا بوجھ نہیں اٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ سچا ہو۔ ابوذرؓ اس امت کے صدیق ہیں۔ ایک شخص نے امام صادقؑ سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا کہ پھر رسولؐ خدا۔ بی بی فاطمہؑ۔ حسنینؑ کریمین کہاں گئے۔ یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا۔ ہماری مثال ماہِ رمضان کی ہے جس میں عمل کرنا ہزار مہینوں کے عمل کے برابر ہے۔ تمام دوسرے اکابر صحابہ دوسرے تمام مہینوں میں حرمت کے مہینے کے مانند ہیں۔ اسی طرح ہم اہلبیت پر کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

تقریباً ۲۰ ہجری میں جناب ابوذرؓ مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے تھے۔ جہاں امیر معاویہ کو ٹوکتے رہتے تھے۔ اور لوگوں کو سنت رسولؐ اور اہلبیت سے محبت کی ترغیب دیتے تھے۔ اسی لئے مشہور ہے کہ شام اور جبل عامل میں جو محبان آل محمدؐ ہیں وہ ابوذرؓ کی برکت سے ہیں۔ اس کی سزا کے طور پر ان کو ایک تیز رفتار بے کجاوہ اونٹ پر دوڑا کر شام سے مدینہ بھیج دیا گیا۔ جہاں سے ان کو مدینہ بدر کر دیا گیا اور ربذہ بھیج دیا گیا جہاں انہوں نے کفر کی حالت میں ابتدائی زندگی گزاری تھی۔

علقمہ بن اسود سے روایت ہے ہم لوگ ایک مالک اشتر کی سربراہی میں ایک جماعت کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ جب ۵ ذوالحجہ کو ربذہ سے گزر ہوا تو ایک عورت کو سرِ راہ ایک ٹیلے پر بیٹھے دیکھا جو کہہ رہی تھی اے لوگو۔ صحابیء رسولؐ ابوذرؓ کا غربت میں انتقال ہو گیا۔ کوئی غمخوار و مددگار نہیں جو ان کو دفن کرے۔ پھر ہم لوگوں میں نزع ہوا کیونکہ ہر کوئی چاہتا تھا کہ وہ ابوذرؓ کو کفن دے۔ پھر سب نے مل کر غسل و کفن دیا۔ اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ اور دفن کیا گیا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**

(۵ ذوالحجہ اور اپنے بچوں کی معلومات کے لئے یہ مضمون تیار کیا۔ زیادہ معلومات کیلئے مختلف تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے)

طالب دعاء۔ سید نز رعباس۔ ۵ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ۔ ۵ جنوری ۲۰۰۶ م

سلمان کون؟ ـــ من اہل البیت (قول رسولؐ)

سلمان کون ـــ ہم سے نہ پوچھیں ـــ اللہ کے رسول بتاتے ہیں کہ سلمان میرے اہل بیت میں سے ہے ـــ کسی نے پوچھا سلمان اپنا پورا نام بتاؤ تو کہنے لگے ـــ "سلمان ابن اسلام" ـــ میں اسلام کا بیٹا سلمان ہوں یعنی میں دین اسلام کا بیٹا ہوں ـــ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور لقب سلمان خیر تھا ـــ رسول کے خاص غلام اور محب تھے ـــ آپ اصفہان کے ایک شہر جئی کے رہنے والے تھے ـــ آپ کا اسلام لانے سے پہلے نام مابہ بن بوذخشان بن مور سلان تھا ـــ آپ پہلے ایران میں مجوسی مذہب سے تھے جو آگ کو پوجتے ہیں ـــ مسلمان ہونے کا سبب سلمان فارسی خود اپنی زبان سے بتاتے ہیں ـــــــــــ

"کہ میں اصفہان کے ایک شہر جئی کے ایک زمیندار کا بیٹا تھا ـــــ میرے باپ مجھ کو بہت چاہتے تھے یہاں تک کہ مجھ کو گھر میں لڑکیوں کی طرح رکھا گیا تھا ـــ میرے والد صاحب جائیداد اور مکان والے تھے اور اسی کے انتظام میں ہمیشہ لگے رہتے تھے ـــ ایک دن مجھ سے کہا کہ بیٹا تم باہر کھیتوں پر دیکھ بھال کے لئے چلے جاؤ کیونکہ میں بہت مصروف ہوں ـــ لیکن وہاں دیر نہ کرنا ورنہ مجھ کو تمہاری فکر لگ جائے گی ـــ میں کھیتوں کے لئے نکلا اور راستے میں عیسائیوں کا گرجہ پڑا ـــ میں نے دیکھا کہ وہ اپنی نماز پڑھ رہے ہیں ـــ میں ان کی طرف جھکا اور میں نے کہا خدا کی قسم یہ طریقہ میرے دین سے بہتر ہے ـــ مجھے اچھا لگا ـــ میں وہیں ٹھہر ا رہا کھیتوں پر نہ گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا ـــ تو میرے والد نے قاصد کے ذریعے مجھے بلا بھیجا ـــ میں نے پادری سے پوچھا کہ اس دین کی اصل کہاں پر ہے اس نے کہا شام میں ـــ میں نے آکر اپنے باپ کو سب واقعہ بتایا کہ مجھ کو گرجے والوں کی عبادت زیادہ پسند آئی جو ہمارے دین مجوسی سے بہتر ہے میرے باپ نے کہا نہیں ـــ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا دین ان سے بہتر ہے ـــ میں نے کہا خدا کی قسم ایسا نہیں ہے ـــ اس پر ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں میں نصرانی نہ ہو جاؤں ـــ انہوں نے مجھ کو قید کر دیا ـــ مگر میں نے نصاریٰ کے ہاں کہلا بھیجا کہ میں ان کے دین سے موافقت کرتا ہوں اور ان سے خواہش کی کہ میں شام جانا چاہتا ہوں ـــ انہوں نے مجھے جانے والوں کے بارے میں آگاہ کیا تو میں نے اپنی بیڑیاں اپنے پاؤں سے نکالیں اور عیسائیوں کے ساتھ شام چلا گیا ـــ اور وہاں کے پادری کے ساتھ رہنے لگا ـــ جب وہ پادری مرنے لگا تو اس نے مجھے موصل کی طرف ایک بڑے پادری کے پاس بھیج دیا ـــ جب وہ بھی مرنے لگا تو اس نے مجھے کہا کہ اب اس نبی کا زمانہ قریب ہے جو دین ابراھیم پر مبعوث ہو گا ـــ اس کی ہجرت کی جگہ کھجوروں والی زمین مدینہ ہے ـــ جب وہ مر گیا تو عرب کا ایک قافلہ میرے پاس سے گزرا میں اس کے ساتھ مکہ چلا آیا ـــ اور اس قافلے نے مجھے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا ـــ اس یہودی سے بنو قریظہ کے ایک شخص نے مجھے خرید لیا اور مدینہ لے آیا ـــ جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں آنحضرت سے ملا اور مسلمان ہو گیا ـــ اور اپنے مالک سے تین سو درخت لگانے اور سو اوقیہ سونا دینے پر متفق ہو گیا ـــ میں نے آنحضرت اور ان کے اصحاب کی مدد سے تین سو درخت لگا دیئے ـــ پھر حضرت نے سونے کے انڈے سے میری مدد کی تو میں اپنی دونوں شرطیں پوری کر کے آزاد ہو گیا ـــ"

یہ تھا سلمان فارسی کا واقعہ انکی زبانی ـــ خدا کی رحمتیں ان پر نازل ہوں ـــ سب سے پہلے آپ نے رسول کے ساتھ غزوہ خندق میں شرکت کی ـــ اس کے بعد کسی جہاد میں حضور کا ساتھ نہیں چھوڑا ـــ آنحضرت نے ابو دردا کے ساتھ آپ کی مواخات کی تھی ـــ سلمان فارسی بڑے مقدس اور خدا رسیدہ صحابی رسول تھے ـــ حضرت علی(ع) سے جب سلمان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا" ان کو اولین اور آخرین سب کا علم حاصل ہے وہ ایسے دریا ہیں جو خشک نہیں ہوتا" ـــ سلمان منا اھل البیت ـــ "ایک دفعہ ابو دردا کو سلمان نے شام میں خط کا جواب بھیجا ـــ کہ اے ابو دردا ـــ یاد رکھو ـــ مال اور اولاد کی زیادتی خیر نہیں ـــ بلکہ خیر یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ ہو اور تمہارا علم تمکو نفع دے ـــ تم خود اس طرح عمل کرو گویا کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو ـــ اور اپنے آپ کو مردوں سے شمار کرو ـــ

اگرچہ آپ کا وظیفہ پانچ ہزار تھا مگر آپ یہ سب غرباء میں تقسیم کر دیتے تھے اور گورنری کے زمانے میں بھی کھجور کی ٹوکری بن کر اپنا پیٹ پالتے تھے آپ ہی نے غزوہ احزاب میں رسول کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا ـــ ایک دفعہ مہاجرین و انصار میں جھگڑا ہوا کہ سلمان ہم میں سے ہے تو آنحضرت نے آکر فیصلہ کرایا کہ سلمان من اہل البیت ـــــ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے ـــ کسی شاعر نے بڑا اچھا شعر کہا ہے کہ

کانت مودة سلمان له نسباً و لم یکن بین نوح و ابنه رحما

سلمان من اہل البیت

سلمان فارسی جن کا یہ درجہ ہے کہ اللہ کے رسول نے آپ کو اپنے اہل بیت سے کہا ہے۔ آج ان کا ذکر مقصود ہے

سلمان فارسی کا گزر علی ابن ابی طالب (ع) کے ساتھ ایک جنگل سے ہو رہا تھا جہاں پر ایک بہت بڑا میدان تھا جس میں بے انتہا چیونٹیاں تھیں۔ سلمان نے ان کی طرف دیکھ کر کہا پاک ہے وہ ذات جو ان چیونٹیوں کی تعداد جانتی ہے۔ امام علی نے فوراً سلمان کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا اور کہا سلمان ایسا نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو خلق کیا۔ رہ گیا ان کی تعداد تو وہ تو میں بھی جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کتنی نر ہیں اور کتنی مادہ۔

تم کو یاد ہے حضرت سلیمان پیغمبر کا واقعہ نمل۔ کہ جب چیونٹیوں کے سردار نے کہا تھا کہ سب اپنے اپنے بلوں میں چلی جاؤ۔ کہیں سلیمان کا لشکر تم کو کچل نہ دے۔

"قالت نملۃ یاایہاالنمل ادخلو مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان و جنودہ وھم لایشعرون (سورۃ النمل آیت ۱۸)"

اور سنو آج کیا کہہ رہی ہیں۔ جلدی جلدی اپنے اپنے بلوں سے باہر نکلو۔ اس لئے کہ وہ آرہا ہے جس کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ یعنی علی کی زیارت کرلو یہ بھی عبادت ہے۔ یہ حکم رسول رب العالمین ہے

جنگ خندق ہو رہی تھی۔ عمر ابن عبدود اپنے گھوڑے پر سوار خندق پار کر کے رسول کے خیمے کے قریب پہنچ گیا۔ اور کہنے لگا تم میں کون ہے جو میرے ہاتھ سے مر کر جنت میں جانا چاہتا ہے۔ یا مجھے مار کر دوزخ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ رسول کے اصحاب اس طرح خاموش بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور وہ سر ہلائیں گے تو وہ اڑ جائیں گے۔ سب خوف زدہ تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ اتنا بہادر ہے کہ ایک دفعہ اونٹ کے بچے کو اس نے اپنی ڈھال بنالیا تھا۔ رسول کو اپنی زندگی میں پہلی دفعہ غصہ آیا اور فرمایا کہ کون ہے جو اس کتے کی زبان بند کرے۔ تین دفعہ رسول نے آواز دی اور تینوں دفعہ سوائے علی کے کسی نے لبیک نہ کہا۔ پھر رسول نے علی کو یہ کہہ کر اجازت دے دی کہ آج کل ایمان کل کفر کے مقابلے میں جارہا ہے۔

علی میدان میں گئے تلوار لیکر پیدل گئے تھے۔ جیسے تو عمر ابن عبدود نے کہا کہ میں بچے سے نہیں لڑتا۔ تم اپنی اٹھتی ہوئی جوانی پر رحم کرو اور واپس چلے جاؤ۔ لیکن جب علی کو لڑنے پر آمادہ دیکھا تو سوچا کہ بچہ ہے چلو اسے پہلے ڈرا دیتے ہیں۔ اس لئے اس نے بھی گھوڑے سے چھلانگ لگادی اور اپنی تلوار سے اپنے گھوڑے کی چاروں ٹانگیں کاٹ دیں۔ اور پھر علی اور عمر کا مقابلہ ہوا۔ خوب دھول اڑنے لگی۔

ادھر رسول نے اپنے اصحاب سے کہا کہ جو سب سے پہلے علی کی فتح کی خبر دے گا میں اس کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ سارے صحابہ دوڑے اور دور چلے گئے مگر ۸۰ سالہ صحابی نے اپنی عقل استعمال کی اور نبی کے خیمے کے پیچھے کھڑے رہے اور جب علی نے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا اور اصحاب میں دوڑ گی تو آپ نے سب سے پہلے وہیں سے رسول اللہ کو فتح کی خبر سنادی۔ دوسرے صحابہ بے حد پشیمان ہوئے۔ اور اگر آپ مدینہ جائیں تو اس واقعہ کی یاد میں وہاں پر مسجد سلمان فارسی بنی ہوئی ہے۔ جو کہ میدان خندق میں مسجد فتح کے پیچھے واقع ہے اور اس جگہ کو آجکل سبعہ مساجد کہتے ہیں۔

ختم

نیس مشی حسن ع۔ ۳ مئی ۲۰۰۸ میلادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظمتِ صحابہؓ

علامہ ضمیر اختر نقوی کی مجالس سے اقتباس

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد حضراتِ محمدؐ وآل محمدؐ پہ درود وسلام

اگر صحابہ کی عظمت بیان کی جائے تو گویا وہ حضور سرکارِ رسالتؐ کی تعریف ہے۔ اس لئے کہ حضورؐ نے اپنی حیات میں کوشش یہی کی کہ ہم ان وحشیوں کو۔ ان درندوں کو انسان بنائیں۔ علم اور تقوے کی دولت سے آراستہ کریں تاکہ یہ انسانیت کی عظمت سمجھیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سب سے مشکل کام ہمارے نبی کو ملا۔ اللہ نے آپ کو وہاں بھیجا جہاں پہلے کوئی نبی آیا ہی نہیں تھا۔ صدیوں سے لوگ گمراہ تھے۔ اتنے بگڑے تھے کہ نہ وحی سے واقف نہ نبوت سے آشنا۔ نہ علم سے کوئی غرض۔ نہ تقویٰ نہ نماز نہ روزہ نہ اللہ کی توحید۔ حضرت ابراہیمؑ بھی اس خطے میں تبلیغ کے لئے نہیں آئے بلکہ وہ اپنے بیوی اور بچے کو چھوڑ گئے تھے۔ تو ۵۰۰۰ برس تک انسان گمراہ رہا۔ اتنے عرصے کے عادی مجرموں کو آپ نے ۲۳ برس کے عرصے میں انسان بنایا۔ حالات یہ تھے کہ ایک اونٹ مار دینے پر دو قبیلوں میں صدیوں جنگ ہوتی رہتی تھی۔ بیٹی پیدا ہوتی تو اس کو زندہ گاڑ دیا کرتے تھے۔ اب بھی مکے میں حرم کے باہر جدہ جانے کے لئے روانہ ہوں تو پل کے دائیں طرف کی زمین موجود ہے۔ جہاں لاکھوں بیٹیاں گاڑ دی گئی تھیں۔ کتنا مشکل کام تھا لا الہ الا اللہ کا کلمہ پڑھوانا۔

سب سے پہلے جو اسلام میں داخل ہوئے وہ پست معاشرے کے لوگ تھے۔ دھوبی۔ نائی۔ کمہار۔ کپڑا بیچنے والے۔ عطر فروش وغیرہ۔ اور وہ قبیلے جو شہر سے دور رکھے جاتے تھے۔ جیسے ہندوستان میں شودروں کو حکم تھا کہ وہ برہمن شرفا کے محلے میں نہ آسکیں یا ان کے مندروں میں آکر عبادت نہیں کرسکتے۔ اسی طرح مکہ میں اجازت نہیں تھی کہ چھوٹے طبقے کے لوگ خانہ کعبہ میں جا کر بتوں پر چڑھاوا چڑھائیں۔ سب کچھ امیروں کے ہاتھ میں تھا۔ ان اُمراء میں ابوجہل، ابولھب، ابوسفیان، عقبہ بن معیط اور مغیرہ بہت امیر تھے۔ کروڑ پتی تھے۔ مگر یہ ایمان نہیں لائے ایمان لانے والے برسوں کے فاقہ کش بھوکے اور ننگے غریب لوگ تھے۔ اگر ایک بھی کروڑ پتی اسلام لے آتا تو اُم المومنین جناب خدیجہؑ کی دولت بچ جاتی۔ ۵ سال کی بیٹی فاطمہؑ زہرا کو اپنے بوسیدہ کپڑے کو دیکھ کر ماں کی تشویش پر یہ نہ کہنا پڑتا۔ اماں۔ بابا کہتے ہیں عورت کا بہترین لباس تقویٰ اور حیا ہے۔ اور وہ تو میرے پاس ہے۔ آپ میرے لباس کو دیکھ کر کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔ میں ان ہی کپڑوں میں شادی میں شرکت کرلوں گی۔۔

پھر جب ان غریب لوگوں نے دیکھا کہ اب ہم عبادت گاہوں سے بھگائے نہیں جائیں گے۔ ہم سردار کے ساتھ بیٹھیں گے۔ رسولؐ نے پوری زندگی میں تکیہ لگا کر یا دیوار سے ٹیک لگا کر نہ بیٹھے تھے۔ وہ بس بیچ میں بیٹھ جاتے تھا اور سارے اصحاب دائرہ بنا کر اُن کے گرد بیٹھ جاتے تھے۔ آپ نے ان غریب لوگوں کو برابری کا درجہ دیا۔ اب اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کہنا شروع کردیں۔ رسولؐ ہم جیسا۔ وہ تو مساوات اور اسلام کی عظمت بتا رہے تھے۔ اور جب آنحضرتؐ اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو ڈیڑھ لاکھ اصحاب

تھے۔ایک بھی کافر عرب میں نہیں تھا۔ چند منافق ضرور تھے۔جنہوں نے بعد میں نبوت کا بھی دعوی کیا۔اور ۱۰ ہجری کے بعد تو اُمراء بھی ایمان لے آئے۔ ۳۰ سال تک رسولؐ سے لڑنے والا ابوسفیان بھی مسلمان ہوگیا۔اس کی بیوی ہندہ جس نے رسولؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ جنگ احد میں چبایا تھا وہ بھی مسلمان ہوگئی۔ابوجہل اور ابولہب مارے گئے۔لیکن باقی تمام کافر اُمراء مسلمان ہوگئے۔اگر چہ اب اسلام اتنا دولتمند ہوگیا تھا کہ اسلام کو ان کی دولت کی ضرورت نہ تھی۔اب اسلام اس لئے لائے کہ اسلام کی دولت پہ اُن کی نظر تھی۔یہ ڈیڑھ لاکھ کی بات ہے چند کی بات نہیں۔آپ تو چند اصحاب کے احترام کی بات کرتے ہیں۔ہم تو ڈیڑھ لاکھ صحابہ کی بات کرتے ہیں۔یہ ہمارے نبیؐ کے ڈیڑھ لاکھ اصحاب تھے۔اور ہم وہ لوگ ہیں جن کا رشتہ نبیؐ کے گھر سے ہے۔آس پاس والے کتنے ہی آئیں مگر مرکز گھر ہی ہوتا ہے۔اگر گھر والے نہ ہوتے تو آس پاس والے آتے کہاں سے۔مرکز ہم ہی رہیں گے۔اور دائرہ آپ ہی رہیں گے۔مرکز آپ نہیں بن سکتے۔دیکھئے صحابہ دائرے کی لکیر ضرور ہیں مگر ہم لکیر کے فقیر نہیں۔

ہمارے محترم صحابہ میں ابوذرؓ ہیں جن کے لئے امام علیؑ نے کہا تھا کہ اولین وآخرین کا علم ابوذرؓ کے پاس ہے۔لیکن ابوذرؓ نے سارے علم پر مہر لگادی۔یہ کہہ کر۔

سفلوں سے بھیک اہلِ سخا مانگنے لگے مرنے کی اہلِ علم دعا مانگنے لگے

سفلے کا مطلب آپ کو سمجھاتا ہوں۔حج کرنے کے بعد مکے کی گلیوں میں میں گھوم رہا تھا۔ایک گلی میں مجمع دیکھا بہت رش تھا۔پتہ چلا کہ ایک بہت بڑے صحابی کا اس گلی میں مکان ہے میں نے جھانک کر دیکھا تو ایک شیخ نے اس میں آئس کریم کا کارخانہ لگایا ہوا تھا۔باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ اس محلے کے نام مسفلہ کا ایک بورڈ لگا ہے۔میں نے پوچھا اس محلے کا مسفلہ کیوں کہتے ہے۔تو وہاں کے عربوں نے بتایا۔یہ وہ محلّہ ہے جہاں اسفل لوگ رہتے تھے۔اسفل یعنی رذیل لوگ۔سورۃ التین میں بھی اللہ نے اسفل کا لفظ استعمال کیا ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم . ثم رددنہ اسفل السافلین

ہم انسان کو انتہائی ذلت کی طرف پلٹا دیں گے لیکن ایک انسان وہ ہے جو احسن تقویم ہے۔تو جب قرآن میں دو کٹیگری بتائی گئی ہیں تو اصحاب میں کیوں نہیں ہوسکتیں۔

ابوذرؓ تو دعا مانگ رہے تھے کہ یہ بعدِ رسولؐ ہوا کیا ہے۔زمانہ کیسا پلٹ گیا اب علم دیتے تو کس کو دیتے۔اس لئے کہ ابوذرؓ سے کہا جارہا ہے کہا گر تم صحابیِ رسولؐ نہ ہوتے تو ہم تم کو قتل کردیتے۔کہنے والا بھی صحابی دھمکی پانے والا بھی صحابی۔ابوذرؓ کا مسئلہ ایسا ہے کہ تاریخ پریشان ہے۔مولانا مودودی صاحب کو لکھنا پڑا خلافت وملوکیت میں کہ ابوذرؓ اتنا اولوالعزم صحابی ہے کہ تاریخ اسے چھپا نہیں سکتی اور جس نے کہا وہ بھی سر کا تاج صحابی۔لکھنا پڑا کہ تیسرے دور میں کمزوری آگئی تھی۔اور کمزوری آتی ہے بنیاد سے تو تاریخ پڑھیئے آپ کو پتہ چلے گا کمزوری کہاں سے آئی۔آپ کہتے ہین چاروں خلفا میں کوئی رنجش نہیں تھی۔ہم مرتبہ ہیں یاران نبی۔کچھ فرق نہیں ان چاروں میں۔

اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان چاروں میں کوئی جھگڑا یا رنجش نہیں تھی۔ ڈھائی سال حضرت ابوبکر کی خلافت کے۔اس کے بعد ۱۰ سال حضرت عمر کی خلافت کے اور پھر ۱۲ برس حضرت عثمان کی خلافت کے یعنی ۲۵ سال کے عرصے میں اسلامی حکومت آذربائیجان، مصر ایران ہندوستان یونان پر چھا گئی۔اور جتنے صحابہ موجود تھے کوئی آذربائیجان کا گورنر کوئی مدائین کوئی مصر کا گورنر کوئی شام کا گورنر، کوئی حجاز کا گورنر۔ کوئی بصرے کا گورنر۔۔۔فوجوں پر فوجیں جارہی تھیں۔۔کبھی خالد بن ولید لیڈ کررہے ہیں۔کبھی سعد بن ابی وقاص کمانڈر بنے ہیں۔لشکر بھی لاکھ ڈیڑھ لاکھ سے بڑھ کر کہیں آگے پہنچ گیا۔۲۵ برس میں جتنے بھی صحابی مدینہ میں سب وزیراعلیٰ بنے۔گورنر بھی بنے۔وزیر خزانہ بھی بنے باری باری۔جنرل بھی بنے فوج کے کمانڈر بھی بنے کیپٹن بھی بنے۔۲۵ برس میں تینوں خلیفہ میں سے کسی نے بھی علیؑ سے نہیں کہاں فلاں جگہ کی گورنری لے لو۔یہاں کی گورنری لے لو۔ایران یا مدائن کے گورنر بن جاؤ۔۲۵ برس تک رسولؐ کا داماد اور چھوٹا بھائی کبھی یہودی کے کھیت میں پانی دے رہا ہے۔کبھی مزدوری کر رہا ہے۔اور کبھی اس کے بچے فاقے سے سو جاتے ہیں۔اور ادھر ایک ایک صحابی کا وظیفہ دس ہزار، بیس ہزار، پچیس ہزار اور اٹھائیس ہزار کوئی گورنر کوئی وزیر خزانہ کوئی جنرل اور ادھر اہلبیت فاقے سے یہ کیسی اہل بیت سے محبت اور دوستی تھی۔کہیں تاریخ مین نہیں ملتا کہ علیؑ سے کہا ہو۔تم بھی گورنری لے لو۔بدر کا فاتح۔احد کا فاتح۔خندق وخیبر کا فاتح۔حنین کا فاتح۔اسلام اس کے صدقے میں۔اس کی ذوالفقار کے صدقے میں۔کیا ذوالفقار کو زنگ لگ گیا تھا۔کمانڈ کیون نہ کیا فوج کو۔جو رات دن تلوار چلاتا ہو وہ مجاہد ہو اور اس سے فرمائش کی جائے تو وہ کہاں رکے گا۔یہ سوالیہ نشان ہے۔بڑا مشکل ہو جاتا ہے تلوار چلانے والے کو روکنا۔یہ تو حسینؑ ہی بتا سکتے ہیں کہ عباسؑ کو کیسے روکا تھا۔آپ کہتے ہیں کہ بہت دوستی تھی۔ابوسفیان جیسے کافر کا بیٹا شام کا گورنر بن سکتا ہے لیکن رسولؐ کا بھائی نہیں بن سکتا۔خالد بن ولید جیسا شرابی فوج کو کمانڈ کر سکتا تھا اور فاتح خیبر فوج کی کمانڈ نہیں کر سکتا۔اور پھر کہا جاتا ہے کہ چاروں میں بڑی دوستی تھی۔اصل میں دل میں چور تھا کہ اگر گورنر بنا دیا تو شاید بغاوت کر کے حکومت نہ چھین لے۔اگر فوج کا کمانڈر بنا دیں تو فوج ہم پر چڑھائی کر کے ہم کو ختم نہ کر دے حالانکہ علیؑ ایسے نہ تھے

آپ ہی تو کہتے ہیں کہ علیؑ بھی صحابی ہیں۔ہم علیؑ کو صحابی نہیں کہتے وہ رسولؐ کا جگر ہے وہ رسولؐ کی آنکھیں ہیں رسولؐ کا دل ہے۔رسولؐ کے دوش پر آیا ہے۔صحابی دوش پر نہیں آسکتا اولاد دوش پر آتی ہے۔صحابی رسولؐ کو کاندھے پر چڑھا تو سکتا ہے مگر خود نہیں چڑھ سکتے۔دونوں میں بڑا فرق ہے۔ہاں ایک بڑے قرآن پر چھوٹا قرآن آسکتا ہے

ہمیں بتائیے کہ ۲۵ سال یہودی کے باغ میں علیؑ پانی دیتے رہے مزدوری کرتے رہے اور کسی صحابی کو رحم نہیں آیا کہ اس کے بچے بھی بھوکے سو جاتے ہیں۔ان کو بھی وظیفہ دے دو۔بچے بھی وہ جو نواسہء رسولؐ حسنؑ اور حسینؑ۔ان ہی کو وظیفہ باندھ دیتے۔ آپ کہتے ہیں کہ علی مشیر تھے مشورہ دیتے تھے۔مشورہ لینا اور بات ہے اور دینا اور بات ہے۔تخت پر بیٹھنے والا بظاہر حکومت کر رہا ہے۔لیکن جب اسلامی مسئلہ آیا۔۔قرآن یا فقہ کا مسئلہ آیا تو خلافت دوڑ کر علیؑ سے مسئلہ پوچھنے آجاتی تھی۔جو یہودی کے باغ میں فقیری میں شاہی کر رہا تھا۔یہ کہہ دینا بہت آسان ہے کہ حسبنا کتاب اللہ۔لیکن کتاب پر عمل کر کے دکھانا بہت مشکل کام ہے۔کافی کہنے والے کو کتاب کی آیتیں بھی یاد نہ ہو سکیں۔یہ تاریخ میں لکھا ہے۔بلکہ جب عدت اور طلاق کا مسئلہ آیا تو تو سامنے ایک کنیز نے کہہ دیا۔آپ عدت کے دن

نہیں جانتے کتنے ہوتے ہیں تو کہا۔ارے علیؑ کے گھر کی کنیز بھی خلیفہ وقت سے زیادہ فقہ جانتی ہے۔ یہ جملے اور خطبے موجود ہیں کہ ہم تم سے زیادہ عالم نہیں ہیں کبھی کبھی ہم بہک جاتے ہیں غلط راہ پہ لگ جاتے ہیں شیطان سوار ہو جاتا ہے۔ جب ہمیں ٹیڑھی راہ پر دیکھنا تو سیدھی راہ پہ لگا دینا۔ یہ سب تو اخباروں میں بھی چھاپتے ہیں۔مگر اہلبیت وہ پاک و پاکیزہ ہستیاں ہیں کہ نہ یہاں شیطان مسلط ہوسکتا ہے۔ نہ دماغ میں فطور پیدا ہوسکتا ہے۔ نہ حافظے کی کمزوری۔ رسولؐ پر ہذیان کی تہمت تو اس لئے لگائی تھی کہ ہمارا راستہ ہموار ہوجائے یعنی نبیؐ کو ہذیان ہوسکتا ہے تو ہمیں بھی ہذیان ہوسکتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ صحیح بخاری نے ہر بات ایک بار لکھی مگر ہذیان کا ذکر سات بار آیا ہے۔ واقعہ قرطاس وقلم آیا ہے رسولؐ نے کہا کاغذ قلم دوات لے آؤ تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہونا۔مگر نہیں دیا گیا بلکہ الزام لگا دیا گیا۔ جبھی تو اللہ کو قرآن میں کہنا پڑا۔ ہمارا حبیب شاعر نہیں دیوانہ نہیں مجنون نہیں۔ گمراہ نہیں ہوتا۔ جادوگر نہیں ہے۔ یہ آیتیں اللہ نے قرآن میں اسی لئے رکھی تھی کہ اکمال دین کے بعد بھی وہی لوگ موجود تھے اور مسلمان ہوئے تھے جو رسولؐ کو اس زمانے میں ہذیان ہونا کہتے تھے۔ ہذیان کہنے کے عادی تھے۔ جس نبیؐ کو ابوسفیان نہ جھوٹا کہہ سکا۔ ابوجہل نہ کہہ سکا۔ ابولہب نہ کہہ سکا۔ اس کو شبلی کے ہیرو نے کہا۔ بخاری نے لکھا۔ اور جب امہات المومنین نے پردے سے کہا کہ کیوں نہیں رسولؐ کو قلم دوات دیتے؟ تو عورتوں کو ڈانٹ کر کہا گیا۔ تمہاری مثال ایسی ہے جیسے یوسفؑ کے ساتھ مصر کی عورتوں نے غداری کی تھی۔ تم زلیخا والی ہو۔ وغیرہ۔

مضموں کا باقی حصہ دوسرے مضمون میں دیکھئے۔

(اپنے بچوں کی معلومات کے لئے یہ مضمون ضمیر نقوی صاحب کی تقریر سے بنایا۔ ۱۱۸ کتوبر ۲۰۰۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ تاج الدین حیدری کی تقریر سے اقتباس

ایک عالم دین نے سوال کیا کہ کیا شیعہ صحابہ کو مانتے ہیں۔تو مولانا نے کہا۔سب شیعہ صحابہ کو مانتے ہیں۔ایسے مانتے ہیں جیسے قرآن منا تا ہے۔ایسے نہیں مانتے جیسے مولوی فضل الرحمٰن فرماتا ہے۔قرآن کسی کو اعلیٰ کہے تو اس کو اعلیٰ مانتے ہیں۔کسی کو ادنیٰ کہے تو ادنیٰ مانتے ہیں۔قرآن کسی کو کرار کہے تو کرار مانتے ہیں کسی کو فرار کہے تو فرار مانتے ہیں اور جس جس کو رسولؐ بتولؑ حسنینؑ اور علیؑ نے مانا ان کو مانتے ہیں۔جن کو پنجتن پاکؑ نے چھوڑ دیا ان کو نہیں مانتے۔

جن صحابہ نے رسولؐ کا کلمہ پڑھا انہیں کلمہ گو مانتے ہیں۔رسولؐ کی صحبت میں بیٹھے تو رسولؐ کا صحابی مانتے ہیں۔جنہوں نے رسول کے ساتھ نمازیں پڑھیں انہیں نمازی مانتے ہیں۔جس نے رسولؐ کے ساتھ حج کیا حاجی مانتے ہیں۔میدان جنگ میں رسول کے ساتھ گئے کامیاب ہوئے یا ناکام ہوئے ان کو اسلام کا سپاہی مانتے ہیں۔ان میں سے کسی نے بیٹی کا رشتہ رسولؐ کو دیا تو رسولؐ کا رشتہ دار مانتے ہیں۔اور اگر کوئی کوئی ضیا الحق کی طرح حکومت پر قابض ہوا ہے تو اسے مسلمان اور بادشاہ بھی مانتے ہیں۔

ہاں مگر کسی کو اہلبیت کے سوا رسولؐ کا نائب نہیں مانتے۔امام نہیں مانتے اور نبیؐ کا وارث نہیں مانتے۔نبیؐ کا وارث اہلبیت کے ۱۲ اماموں کو مانتے ہیں۔امام کے بغیر نہ دنیا میں گزارا ہے نہ آخرت میں چارہ ہے۔اور امام وہ ہوتا ہے جو معصوم عن الخطا ہو۔کبھی گناہ نہ کرے۔علم میں زمانے میں سب سے زیادہ ہو۔ غیروں سے مسئلے نہ پوچھے۔وہ امام امام کیسا جو اپنی بیٹیوں سے ٹیوشن پڑھے۔نبیؐ کے بعد وارث وہ ہیں جو شان میں رسولؐ کے بعد سب سے اعلی ہوں ۔سید و سردار ہوں۔ہمارے بارہ کے بارہ امام سید ہیں اور آپ کے چار کے چاروں امام غیر سید ہیں۔امام ایسے کو مانتے ہیں جن پر ہر نمازی کی نماز پہ درود و سلام ہے۔

جب رسول کے زمانے میں کھانا یا کھجوریں صدقہ آتی تھیں تو آپ وہ کھجوروں کا ٹوکرہ دھکیل کر کہتے تھے۔میرے صحابہ کرام تم کھالو۔میں نہیں کھاؤں گا۔صدقہ محمدؐ و آل محمدؐ پر حرام ہے۔۔تمہارے لئے حلال ہے کھاتے جاؤ اور چباتے جاؤ۔

امام معصوم کسی بھی عمر میں ہوں فعل حرام اور فعل عبث نہیں کرتے۔

مسجد نبوی میں ہر قسم کے لوگ بیٹھے تھے سید کم تھے صحابہ زیادہ تھے۔ان کو سمجھانے کے لئے ننھے سے امام حسنؑ نے ایک کھجور اٹھالی اور منہ کے پاس لے گئے۔نانا اور نواسے کی انڈرسٹینڈنگ تھی۔صحابہ کو بتانے کے لئے کہ وہ صدقہ خور ہیں اور امام معصوم ہیں۔رسولؐ نے فرمایا بیٹا حسنؑ کیا تم کو نہیں معلوم کہ صدقہ ہم اہلبیت پر حرام ہے۔۔پھر فرمایا اے میرے صحابہ تم کھاؤ۔رسولؐ کہتے ہیں صحابہ اور اہلبیت میں فرق ہے اور تم کہتے ہو یہ چاروں برابر ہیں۔کچھ فرق نہیں ان چاروں میں۔؟

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔اے اہلبیتِ رسولؐ۔تمہاری فضیلت اس سے بڑی کیا ہو سکتی ہے (کہ امت کا امام ہوتے ہوئے بھی) اگر تم پر نماز میں درود نہ پڑھا جائے تو نماز نہیں ہوتی۔

۱۲ اماموں کی محبت از روئے قرآن واجب ہے۔۔قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ

سید نزر عباس۔۲۹ جولائی ۲۰۰۵م۔س ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصحاب رسول ﷺ کے بارے میں شیعہ اور سنی نظریات

شیعہ رسول اللہ ﷺ کے ان تمام اصحاب کو مانتے ہیں جو محمد الرسول اللہ ﷺ کی تعلیم پر آنحضرت کی زندگی اور رحلت کے بعد بھی عمل کرتے رہے۔ اس کے برعکس سنی نظریات ان لوگوں کو بھی اصحاب مانتے ہیں جنہوں نے صرف چند سیکنڈ کے لئے بھی رسول ﷺ کو دیکھا ہو۔ چاہے ان کے اعمال کیسے بھی ہوں۔ جب کہ قرآن اور تاریخ اس کے خلاف گواہی دیتی ہے

صحابی کی تعریف۔۔ اہل سنت کے مشہور اسکالر ابن حجر العسقلانی اپنی کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ (مطبوعہ بیروت ص۱۰ جلد۱) میں لکھتے ہیں۔ صحابی وہ شخص ہوتا ہے جو اسلام لانے کے بعد رسول سے ملا اور اس حالت میں مرا کہ وہ مسلمان تھا۔ انہوں نے اپنی تعریف میں مندرجہ ذیل باتوں کا ذکر کیا ہے

رسول سے ملاقات کی ہو چاہے مختصر وقت کے لئے یا زیادہ عرصے کے لئے ۔۔۔۔ چاہے انہوں نے رسول ﷺ کے رسم و رواج پھیلائے ہوں یا نہ پھیلائے ہوں۔۔۔ جنہوں نے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کی ہو یا نہ کی ہو ۔۔۔۔ جنہوں نے رسول کی ذرا سی بھی جھلک دیکھی ہو چاہے ان کی محفل میں (ان کے ساتھ) کبھی نہ بیٹھے ہوں۔۔۔۔ اور ایسے لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی نہ دیکھا ہو (مثلاً اندھے لوگ) اپنی آنکھ کی مجبوری کی وجہ سے۔۔۔۔

اہل سنت اس بات پر مصر ہیں کہ تمام کے تمام صحابی رسول کے تابعدار قابل اعتماد اور امت میں سب سے افضل تھے (کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ۔ ابن حجر عسقلانی۔ ج۱ ص۱۷ سے ۲۲ مطبوعہ قاہرہ ۔۔۔ کتاب الجرح والفضل از ابن ابی حاتم الراضی جلد۱ ص ۷ سے ۹ مطبوعہ حیدرآباد۔۔۔ کتاب اصول الغابہ فی المعرفۃ الصحابہ از ابن الاثیر ج۱ ص۲۔۳ ۔۔۔)

لیکن صحیح بخاری کی حدیث جلد۳۔ کتاب ۴۹ نمبر ۸۷۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اصحاب نے رسول کا حکم ماننے سے انکار کر دیا حدیث کا اردو ترجمہ کچھ اس طرح ہے

(الزبیر نے مجھے بتایا کہ ان کا ایک انصاری آدمی سے جو جنگ بدر میں رسول کا ساتھی تھا باغ کے پانی کی تقسیم پر جھگڑا ہو گیا۔ اللہ کے رسول نے کہا۔ اے زبیر پہلے تم اپنے باغوں کو پانی دے لو پھر اپنے پڑوسی کے لئے پانی کھول دینا۔ اس بات پر انصاری ناراض ہو گیا اور اس نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ آپ نے اس لئے کہا کیونکہ زبیر آپ کے چچازاد بھائی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو گیا اور کہا اے زبیر۔ اپنے باغوں کو پانی دیتے رہو یہاں تک کہ پانی دیواروں اور درختوں کو ڈبو دے اور پھر پانی کو روک لو۔ رسول اللہ نے زبیر کو پوری اتھارٹی دے دی۔)

پھر زبیر نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ اللہ نے یہ آیت اسی واقعہ پر اتاری ہے ۔۔۔ پس (اے رسول) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ سچے مومن نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حاکم نہ بنائیں۔ پھر یہی نہیں بلکہ جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے کسی طرح تنگ دل بھی نہ ہوں بلکہ خوش خوش اس کو مان بھی لیں (سورۃ ۴ آیت ۶۵)

تو یہ بھی صحابی تھا جو رسول پر ناراض ہوئے۔ان کے حکم کو نہ مانا اور رسول کو اذیت پہنچائی

سورۃ سجدہ میں اللہ کہتا ہے کیا مومن اور فاسق (بدکار) برابر ہو سکتے ہیں (آیت ۱۸) ۔۔۔۔اہل سنت کے علما نے مومن سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ اور منافق سے مراد ولید بن عقبہ بن معیط ایک صحابی رسول لیا ہے (دیکھیے تفسیر القرطبی جلد۱۴ ص ۱۰۵ ۔۔تفسیر جامع البیان از طبری۔۔اسباب النزول از الواحدی ص ۲۹۱ دار الدیان للتوریت ایڈیشن۔۔)

سورۃ حجرات میں آیت ۶ میں قرآن صاف کہہ رہا ہے ۔اے ایمان والو اگر کوئی فاسق (بدکردار) کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کوئی انجانے (نادانی) میں ایسا قدم اٹھا لو جو بعد میں تمہاری شرمندگی (اور ندامت) کا باعث ہو

ولید صرف رسول کے ہی زمانے میں نہ تھا بلکہ تیسرے خلیفہ عثمان نے اسے کوفے کا گورنر بھی بنا دیا تھا جس نے ایک دن صبح کی نماز میں ۲ کی جگہ ۴ رکعت نماز بھی پڑھا دی تھی۔اور حضرت عثمان نے اس کو سزا بھی دی تھی

اہلسنت رسول کے اس فاسق صحابی کے کردار کو اس بات کی دلیل بناتے ہیں کہ ایک عام مشہور زمانہ بدکردار یا گناہگار شخص بھی نماز کی امامت کر سکتا ہے۔۔ چاہے جتنے بھی اس نے گناہ کئے ہوں ۔۔ایک فاسق اور گناہگار کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے (مجم فتاوٰی ابن تیمیہ الریاض ۱۳۸۱ھ ج ۳ ص ۱۸۱۔۔شرح فقہ الاکبر ص ۹۰)

رسول اللہ ﷺ نے صحیح بخاری جلد ۸ کتاب ۷۶ نمبر ۵۸۵ حدیث کے تحت پہلے ہی وارننگ دے دی ہے کہ میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچوں گا اور جو بھی میرے قریب سے گزرے گا وہ جام کوثر پیئے گا اور جو پی لے گا پھر کبھی اسے پیاس نہ لگے گی۔ میرے پاس وہ لوگ آئیں گے جو مجھے جانتے ہیں اور جن کو میں جانتا تھا۔لیکن ان کو مجھ سے الگ کر دیا جائے گا تو میں کہوں گا ۔یہ میرے صحابی ہیں ۔ جواب آئے گا ۔آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا حرکتیں کی ۔تب میں کہوں گا کہ جو لوگ میرے بعد بدل گئے مجھ سے دور ہو جائیں

صحابہ کے بارے میں شیعہ نظریہ

شیعہ ان صحابہ کا احترام کرتے ہیں جن کی تعریف قرآن میں کی گئی ۔لیکن یہ قرآنی تعریف ولید جیسے صحابی کی نہیں کی گئی ۔ لہذا شیعہ ہر صحابی کو تاریخ کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ وہ رسول ﷺ کی زندگی میں اور رحلت کے بعد وہ رسول کے احکام پر کتنا عمل کرتے رہے ۔وہ بدل تو نہیں گئے ۔آیا انہوں نے مرتے وقت تک رسول کا اتباع کیا یقیناً اس معیار پر ایسے لاکھوں صحابہ ملتے ہیں جن کو شیعہ مانتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں اور یہ بات غلط ہے کہ شیعہ صرف عمار ۔مقداد۔ابوذر۔سلمان ۔جابر اور ابن عباس رضوان اللہ علیہم کو ہی فقط مانتے ہیں

ہمارے چوتھے امام زین العابدینؑ نے تمام نیک اصحاب کی اپنی دعاؤں میں تعریف کی ہے اور ان پر سلام بھیجا ہے جنہوں نے رسول ﷺ کی مدد کی۔اچھے اعمال کئے ۔امتحان میں رسول ﷺ کا ساتھ دیا ۔رسول نے جب بلایا تو فوراً آئے اور رسول کے ساتھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مالک رضؓ بن نویرہ صحابیِ رسولؐ کا ذکر

اللہ تعالٰی کی حمد و ثناء کے بعد حضرات ِمحمدؐ و آل محمدؑ علیھم السلام پہ درود و سلام

مالک بن نویرہؓ رسول ﷺ کے ایک اولوالعزم صحابی ہیں۔تاریخ نے لکھا ہے کہ ان کی شان بادشاہوں کی شان تھی۔بلند قامت، سخی،خوبصورت،حسین،شجاع،شریف،عابد تھے۔اور جب اپنے قبیلے والوں کو لے کر آئے رسولؐ کے پاس،قبیلہ بنی تیم کے تھے۔اور یاد رکھئے کہ خلافت کا آغاز بھی بنی تیم سے ہوا ہے۔اپنے قبیلے والوں کو لے کر آئے اور کہا یارسول اللہؐ ہم بیعت کرتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں ۔شرائط کیا ہیں؟۔۔مؤرخین بتاتے ہیں کہ رسولؐ نے کہا نماز روزہ حج زکواۃ اور خمس ہم اس پر تم سے وعدہ لیتے ہیں۔لیکن یہ سب بیکار ہو جائے گا اگر ولایتِ علیؑ ابن ابی طالب کو تم نے دل میں نہ رکھا۔۔رسولؐ نے اشارہ کیا مالکؓ بن نویرہ کی طرف اور مالکؓ یہ کہتے ہوئے اٹھے۔پورا دین سمجھ گئے۔اور حدیث میں آیا ہے کہ اہل بہشت میں سے کسی کو اگر دیکھنا چاہتے ہو تو اے میرے صحابہ مالک بن نویرہؓ کو دیکھو۔دو حضرات اُٹھے اور دوڑ کے پیچھے پہنچے اور کہا سنو ہم اس لئے آئے ہیں کہ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کر دو کیونکہ رسولؐ نے ابھی حدیث سنائی ہے کہ تم اہل بہشت سے ہو۔ابھی ابھی ایمان لایا ہے مگر معرفت کی اس منزل پر ہے۔کہا شرم نہیں آتی صاحبِ شفاعت کے پاس بیٹھے ہو اور وسیلہ ہم کو بناتے ہو۔ایسے ایمان لایا جاتا ہے۔علیؑ کے چہرے کو دیکھ لیا تھا نورانی کرنیں ذہن تک پہنچیں بس اسی دن سے کچھ اصحاب کے دل میں مالک بن نویرہؓ کے لئے دل میں حسد اور برائی بیٹھ گئی۔

اِدھر وفاتِ رسول ﷺ ہوئی۔مالکؓ جب واپس مدینہ پہنچے۔پتہ چلا فیصلہ ہو گیا۔کہا جانشین کہاں ہے؟۔کہا منبر پر۔گئے اور جاتے ہی سامنے کھڑے ہو گئے ۔اور کہا۔سنو میں بھی قبیلہ تیم سے ہوں اور تم بھی۔۔کہا ہاں۔کہا تم کس رُو سے منبر پر آ گئے؟۔۔کہا تمہیں کیا حق ہے پوچھنے کا؟۔کہا غدیر بھول گئے۔اس کو منبر دو جو منبر کا وارث ہے۔ہم نے رسولؐ کے ہاتھ پر اس وعدے پر بیعت کی تھی کہ آپ کے بعد اولی الامر علیؑ کو مانیں گے۔ہم آج بھی اپنے وعدے پر قائم ہیں۔جب کہ ہم تمہارے قبیلے سے ہیں۔ایک بار حکم دیا اس کو اتنا مارو کہ یہ مر جائے۔چاروں طرف سے لوگ مارنے کے لئے دوڑے۔اور اتنا مارا کہ زخمی ہو گئے۔لیکن قبیلے والے مسجد میں گھس آئے۔ ۔اس دن سے مسجدوں میں جھگڑے شروع ہوئے۔پہلا دن تھا جب مسجد میں دھینگا مشتی ہوئی۔جب صحابہ مسجد میں لڑتے ہیں تو اُمت والے کیوں نہ لڑیں۔بھئی صحابہ کی سیرت پر چلنا ہے نا۔تاریخ بول رہی ہے۔مالکؓ بن نویرہ کو مسجد سے باہر پھنکوا دیا گیا۔پورے قبیلے والوں سے کہا گیا۔اٹھاؤ خیمے۔۔مالکؓ نے بھی کہا اُٹھاؤ خیمے اب ہم مدینہ میں نہیں رہیں گے۔جہاں علیؑ خلیفہ نہیں اس شہر میں نہیں رہیں گے۔

مالکؓ بن نویرہ اپنے سینکڑوں خاندان اور قبیلے والوں کو لے کر مدینہ سے باہر چلے گئے اور صحرا میں خیمے لگا دیئے۔کہا صحرا میں رہیں گے شہر نبیؐ میں نہیں رہیں گے۔غلط فیصلہ ہوا ہے۔وزیر نے کان میں آ کر کہا کچھ پتہ ہے آپ کو صحرا میں چلے گئے ہیں۔آپکی بیعت سے انکار کر دیا۔کہا پھر؟۔کہا اگر ایک ایک کر کے سب صحابہ مدینہ سے باہر خیمہ لگا لیں گے تو مدینہ پھر جائے گا۔بائیکاٹ ہو جائے گا۔ہم ہی دو آدمی رہ جائیں گے۔وزیر و بادشاہ۔کہا پھر کیا کریں؟۔کہا ایسا کیجئے مالکؓ بن نویرہ کو قتل کرا دیجئے۔تاکہ دہشت پھیل جائے۔اور کوئی

بیعت سے انکار نہ کر سکے۔ اسی دن سے یہ فارمولا نکلا کہ جو حکومت کے خلاف جائے اُسے قتل کرا دو۔ اور جب حاکم مر جائے اس وقت تک اس کے مرنے کا اعلان نہ کرو جب تک وارث نہ بنا لو۔ وفاتِ نبیؐ کے بعد ہی یہ رسم شروع ہوئی ہے۔ کہتے ہیں بڑی محبت تھی رسولؐ سے کہ مدینہ کی گلیوں میں تلوار اٹھا کر پھر رہے تھے کہ خبردار اگر کسی نے کہا کہ نبیؐ مر گئے تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ یہاں تک کہ لوگ نبیؐ کے جنازے میں شریک نہ ہوئے۔ ۴۰ ہزار کا لشکر جرف کے مقام پر کھڑا رہا اور نبیؐ کے کفن دفن میں شریک نہ ہوا۔ یہ سب تاریخ ہے۔

حکم دیا کہ اچھا قتل کر دو مالک بن نویرہؓ کو۔ کہا مگر الزام؟ کہا مہینہ آ رہا ہے زکواۃ کا۔ تم زکواۃ مانگو گے وہ زکواۃ دیں گے نہیں۔ تم کہہ دینا مرتد ہو گیا ہے دین سے پھر گیا۔ قتل کر دینا۔ کہا ہاں یہ صحیح ہے۔ کہا قتل کس سے کروائیں۔ کہا خالد بن ولید کو بھیج دو۔ خالد بن ولید لشکر لے کر چلا جیسے ہی مالکؓ کی بستی میں داخل ہوا اور سب تاریخوں میں لکھا ہے کہ مالکؓ نے خالد بن ولید کے لشکر کو دیکھ کر کہا۔ تم نے رسولؐ سے یہ سنا ہے نا کہ جس بستی میں جاؤ اور وہاں اذان کی آواز آ جائے۔ اس بستی کے مسلمان کو کبھی قتل نہ کرنا۔ قسم لی۔ مالکؓ سمجھ گئے تھے کیا ہونے والا ہے۔ کہا اذانیں سن رہے ہو؟۔ کہا ہاں۔ کہا اچھا جو کچھ تم کہو گے ہم مانیں گے۔ تم زکواۃ لینے آئے ہو۔ ہم دے دیں گے۔۔ کہا ٹھیک ہے۔ کہا اب واپس چلے جاؤ۔ کہا نہیں اب آج کی رات تو ہم ٹھہریں گے۔ کہا اچھا ٹھیک ہے۔ وعدہ ہو گیا۔ ٹھہر گئے اب مالکؓ نے کہا ہر خیمے کا ایک آدمی خالد کے دو دو آدمیوں کو اپنے خیمے میں مہمان رکھے۔ اور جو بچیں گے وہ میرے خیمے میں۔

خالد نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب آدھی رات آ جائے تو تم دونوں اپنے میزبان کو قتل کر دینا اس وقت۔ جیسا کہا گیا تھا ویسا ہی ہوا۔ پھر جب رات کا وقت آیا تو خالد نے حکم دیا کہ مالکؓ بن نویرہ کو رسیوں سے باندھ دو۔۔ مالکؓ کو باندھ دیا گیا۔ مالکؓ نے کہا کہ ہم کلمہ پڑھ رہے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہم شہادت دے رہے ہیں۔ کہا نہیں۔ تم مرتد ہو۔ وضاحت کر دوں یہ بڑا نازک مسئلہ ہے۔ مولانا عقیل ترابی نے ٹی وی پر پڑھا تھا۔ ایک صحابی نے ایک کافر پر حملہ کیا جیسے ہی قریب پہنچا کافر نے کلمہ شہادت پڑھا صحابی کا نام اسامہ بن زید۔ زید بن حارثہ غلام کا بیٹا۔ زید بن حارثہ کی شادی ہوئی اُم ایمن سے جو حضور ﷺ کی کنیز تھیں۔ رسولؐ کے پاس شکایت پہنچی۔ کہا تم نے اسے کیوں مارا؟۔ کہا کافر تھا۔ اس لئے مارا۔ کہا اس نے لا الہ کہا تھا۔ کہا وہ تو تلوار کے ڈر سے کہا تھا۔ فرمایا کیا تم اس کے دل میں بیٹھے تھے؟۔ جب کہہ دیا لا الہ تو اب تلوار کیسی؟۔ اسامہ تم سے خطا ہوئی۔ رسولؐ نے بتا دیا کہ میرے صحابہ سے خطا ہوتی ہے۔ اب بتائیے ہم تقلید کیسے کریں اور جنت میں پہنچیں تو یہ کہہ کر نکال دیئے جائیں گے کہ تم کافر ہو ساری زندگی کا ایمان چلا جائے گا۔ لہذا اس کے دین پر چلو جس کے پاس شفاعت کے لئے انبیاء آئیں گے۔ جن سے کبھی خطا ہوئی ہی نہیں۔

خالد بن ولید نے مالک کو قتل کر دیا۔ کہتے ہیں خطا ہو گئی۔۔ صحابی سے خطا ہو گئی۔ قتل کیا اور قتل ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مالکؓ بن نویرہ کے سر کو جلایا۔ چولھا بنایا اور جب کھال جل گئی اور خول رہ گیا تو اس کو پیالہ بنا کر اس میں شراب ڈال کر خالد بن ولید نے پی۔ اور پوری رات رقص ہوا لاشوں پر۔ اور اس کے آگے تاریخ میں تفصیل ہے۔ کہ اس کے بعد عورتوں کی کیا بے حرمتی کی گئی۔ اور اس کے بعد ساری عورتوں کو قید بنا کر مدینہ لایا گیا۔

جیسے ہی عورتیں مدینہ میں داخل ہوئیں اور قبر نبیؐ پر عورتوں کی نظر گئی۔ انہوں نے رونا شروع کیا اور کہا۔ **السلام علیک یا**

رسول ؐ اللہ۔ ہم آپ کے دین کے ماننے والے ہیں۔خطا صرف اتنی تھی کہ مالکؓ نے اعلان کیا تھا کہ زکواۃ کے حقدار صرف علیؑ ہیں حکومت نہیں۔

مالکؓ مر گئے مگر حق پر مرے تھے۔آج بھی معجزہ بنے ہوئے ہیں۔خدا کے لئے سمجھئے۔چودہ سو برس کے بعد حکومت کی طرف سے زکواۃ کا مسئلہ اٹھا۔ہم نے کہا نہیں دیں گے۔مالکؓ جیت گئے۔آج تک کوئی نہ لے سکا۔مالکؓ کی جیت ہے جب تک صاحبان حق حکومت کو زکواۃ دینے سے رکے ہوئے ہیں۔مالکؓ کسوٹی بنے ہیں صحابہ میں کہ کون سا ستارہ مبارک ہے اور کون سا ستارہ منحوس ہے۔ مالکؓ نے سر کٹا کے تاریخ میں لکھ دیا کہ جن پر ناز ہے وہ قوم بھی لکھے گی زکواۃ کے وقت کہ ہم شیعہ ہیں۔جناب آپ کہتے رہیں کہ ہم اقلیت میں ہیں۔لیکن شعبان کے مہینے میں بینکوں میں کاغذات پر ہم اکثریت میں ہوتے ہیں۔

مالک بن نویرہؓ کے قبیلے کی عورتوں کے لئے حکم دیا گیا کہ عدت کے دن بیواؤں کے پورے ہوں تو یہاں کے لوگوں سے عقد کر لیں ۔اور جو کنواری لڑکیاں ہیں ان پر جو چادر ڈال دے ان کی ہو گئیں۔۔یہ مسلمان لڑکیوں کی عزت ہو رہی ہے یہ ہے صحابہ کا دور۔ایک دفعہ ایک عورت کی طرف چند لوگ بڑھنا چاہتے تھے ۔اس نے منع کیا۔خبردار کوئی نہ بڑھے۔اس کا نام خولہ بنت جعفر تھا۔طلحہ نے بڑھنا چاہا اس نے چادر اٹھا کر پھینک دی۔کہا ہم کو وہ لے جائے عقد میں جو یہ بتائے کہ جب میں پیدا ہوئی تھی تو کیا ہوا تھا۔قتل ہوا ہے مالکؓ کا مگر اس وقت کے قیدی بتا رہے ہیں کہ کہ حقیقی خلیفۂ وقت کون ہے؟۔اب ساری حکومت خاموش۔تین اصحاب رسول ﷺ سلمانؓ، ابوذرؓ اور عمارؓ اٹھے۔پہنچے مولا علیؑ کے پاس۔کہا مولا چلیئے۔مولا اسی لئے آتے تھے جب حکومت مسئلہ حل نہ کر سکتی تھی تو مشکل کو حل کرتے تھے۔کام تھا مشکل کشائی۔یہ دوستی کی بات نہیں۔مشورہ دینا اور ہے اور مشوورہ لینا اور ہے۔علیؑ کے پاس اتنا وقت کہاں تھا کہ مزدوری اور عبادت سے کہاں فرصت ملتی تھی۔جب بھی کوئی یہودی کے باغ میں پہنچا یہ مسئلہ ہے حل کر دیجئے۔مشکل کشائی کر دی۔ سخی کا دربار تھا پیسہ بھی بٹتا تھا اور علم بھی بٹتا تھا۔علم لے جاؤ یہ تو ہے ہی شہر علم کا دروازہ۔یہاں سے کوئی مایوس نہیں جاتا۔

علیؑ چلے مسئلہ حل کرنے کے لئے کہا جب تو پیدا ہوئی تھی تو نے کلمہ پڑھا تھا اور اپنی ماں سے کلام کیا تھا کہا تھا۔بیٹی ہونے پر رنج نہ کر اس لئے کہ میں ایک عظیم انسان کی بیوی بننے والی ہوں اور میرے شکم سے ایک عظیم اور بہادر بیٹا پیدا ہوگا اور تیری ماں نے اس پورے واقعے کو ایک تختی پر لکھا اور تیرے بازو پر باندھ دیا۔۔خولہؓ نے کہا آپ نے بالکل صحیح کہا یہی ہوا تھا۔لیکن میں پھر آپ سے پوچھتی ہوں وہ تختی اس وقت کہاں ہے؟۔علیؑ نے کہا اپنے جوڑے کے بال کو کھول دے۔بالوں کو جھٹکا دیا۔تعویذ گرا اس نے اٹھا لیا۔علیؑ نے چادر سر پر ڈال دی۔ان ہی سے علیؑ کی شادی جناب فاطمہؑ کی وفات کے بعد ہوئی۔بیٹا پیدا ہوا تو اسی کو آپ کہتے ہیں محمد حنفیہؓ۔تاریخ نے ان کی ماں کو چھپایا اس لئے کہ ان کی ولادت باطل نظام زکواۃ کے چہرے پر طمانچہ بن گئی۔اسی لئے تاریخ میں لکھوایا گیا کہ محمد حنفیہؓ کی ماں قوم جنات سے تھیں۔ان کی باتیں ایسی تھیں جو لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتی تھیں تو کہہ دیا کہ قوم جن سے ہیں۔

(یہ مضمون اپنے بچوں کی معلومات کے لئے ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی صاحب کی تقریر سے بنایا۔طالب دعا۔سید نذر عباس۔۲۱ نومبر ۲۰۰۸ م)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امیر مختارؒ

امیر مختارؒ پہلی ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۷ھ میں قاتلان حسینؑ کے وجودِ نجس سے زمین خدا کو پاک کرنے کے بعد حسینیت کی راہ میں قربان ہو گئے۔ امیر المومنینؑ نے آپ کو بچپن میں اپنے زانو پر بٹھا کر کیساں کا لقب دیا تھا جس کے معنی عقل والے کے ہیں۔

امیر مختارؒ کا تعلق بنی ھوازن کے قبیلے بنی ثقیف سے تھا۔ آپ کے والد ابو عبیدہ ثقفی کو خلیفہ دوم نے عراق کی مہم پہ سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ جہاں انہوں نے اپنی خداداد صلاحیت سے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے مگر ایک ہاتھی کے پیر کے نیچے کچل کر وفات پائی۔ مختارؒ کے چچا سعد بن مسعود ثقفی محبِّ اہلبیت تھے جو دوسری خلافت سے چوتھی خلافت تک مدائن کے گورنر رہے۔

امام باقرؑ سے روایت ہے کہ مختارؒ نے ایک خط امام زین العابدینؑ کے پاس بھیجا۔ جب قاصدوں نے حضرت کو خط دیا تو آپ نے وہ خط پڑھنے سے انکار کر دیا اور قاصدوں کو واپس کر دیا۔ قاصدوں نے اس خط کا پتہ مٹا دیا اور اس پر لکھ دیا کہ یہ خط محمد حنفیہؒ ابن علیؑ کی طرف ہے۔ انہوں نے خط اور ہدیوں کو قبول کیا اور جواب بھی دیا۔ (جلاء العیون۔ تہران۔ ص ۵۴۰)۔

اگر مندرجہ بالا روایت کو ہم اس وقت کے حالات کی نظر میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ آئمہ اطہار اور ان کے دوستوں کی ہر حرکت پر حکومت کی طرف سے کڑی نگرانی رکھی جاتی تھی اور ان کی مجالس میں حکومت کے جاسوس اپنے کو محبِّ اہلبیت ظاہر کر کے رہتے تھے۔ اور حاکم کو پوری پوری خبریں پہنچاتے تھے۔ اسی لئے آئمہ بہت احتیاط کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی اہل خلاف کی موجودگی میں اپنے دوستوں کے بارے میں ایسا اظہار کیا کرتے تھے کہ معلوم ہو وہ اہلبیت کے دوست نہیں بلکہ دشمنوں کے آدمی ہیں۔ اس طرح سے ان لوگوں کی جان اور مال کی بچت ہو جاتی تھی ورنہ حکمران ہر اہلبیت کے ماننے والوں کے قتل پر ہر لمحے تیار بیٹھے رہتے تھے۔ اسی طرح کا واقعہ امام صادقؑ سے بھی منسوب ہے جس میں انہوں نے زرارہ بن اعین کی برائی بیان کی جو مولا کے بے حد ماننے والے تھے تو انہوں نے اپنے بیٹے کو مولا کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ لوگ میرے اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کو پتہ چل گیا تھا کہ تم میرے بہت قریب ہو تو ان سے تم کو قتل اور تباہی سے بچانے کے لئے میں نے تمہارے بارے میں یہ جملے کہے۔ اور اب یہ تم سے عداوت کرنے سے دور ہو جائیں گے۔

یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ امام زین العابدینؑ نے امیر مختارؒ کو کھل کر خروج کی اجازت نہیں دی۔ اور نہ ہی خروج سے منع کیا۔ امام کا منع نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ امیر مختارؒ کے خروج سے راضی تھے۔ کیونکہ جب حرملہ اور ابن زیاد ملعون کا سر امیر مختارؒ نے بھیجا تو آپ نے سجدہ شکر کیا اور مختارؒ کے حق میں دعائے خیر کی۔ یہ دشمنوں کی سازش تھی کہ انہوں نے مل کر یہ مشہور کر دیا کہ امیر مختارؒ نے حکومت حاصل کرنے کے لئے قصاص مظلوم کربلا کا سہارا لیا۔

امیر مختارؒ کے بارے میں امام عسکریؑ نے تفسیر عسکریؑ میں امیر المومنینؑ کا فرمان بیان کیا جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کے اطاعت گزار بندوں کو اللہ نے معزز کیا اور اور نافرمانی کرنے والوں کو معذب کیا۔ اسی طرح حسنؑ اور حسینؑ کو ظالم شہید کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں پر تلوار کا عذاب نازل کرے گا۔ وہ شخص بنی ثقیف کا ایک شخص ہوگا جس کا نام مختارؒ ہوگا۔

جب یہ خبر حجاج کو پہنچی تو اس نے مختارؒ کو بلوایا اور کہا کہ میں مختارؒ کو قتل کر کے اس حدیث کو جھوٹ اور غلط ثابت کر دوں گا۔ اس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ مختارؒ کی گردن اڑا دی جائے۔ مختارؒ کو اس چمڑے پر بٹھا دیا گیا جس پر بٹھا کر تلوار سے گردن اڑا دی جاتی تھی۔ اور لوگ تلوار لینے گئے اور جب بہت دیر ہوگئی تو حجاج نے پوچھا۔ تلوار کیوں نہیں آئی۔ ملازمین نے کہا کہ تلواریں خزانے میں ہیں اور اس کی چابی گم ہوگئی ہے۔ یہ سنکر مختارؒ نے کہا۔ اے حجاج۔ تو مجھے قتل نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ رسول خداؐ نے اور علیؑ المرتضیٰؑ نے بالکل جھوٹ نہیں بولا۔ اگر تو مجھے قتل بھی کر دے گا تو خدا مجھے دوبارہ زندگی دے گا حتیٰ کہ میں تم لوگوں میں سے تین لاکھ تراسی ہزار لوگوں کو قتل کروں گا۔ حجاج نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ اپنی تلوار جلاد کو دے دے۔ جلاد نے تلوار لی اور آگے بڑھا اور مختارؒ کے قریب پہنچ کر ایسی ٹھوکر کھائی کہ تلوار اس کے پیٹ میں گھس گئی۔ اور وہ وہیں مرگیا۔ حجاج نے دوسرے جلاد کو بھیجا۔ اس کو ایک بچھو نے ڈنک مارا اور وہ بھی واصل جہنم ہوا۔ اب جب تیسرے جلاد کو حکم دیا گیا تو عین وقت پر عبدالملک مروانی کا ایک آدمی خط لے کر پہنچ گیا۔ اور چلا کر جلاد سے کہا ٹھہر جا۔ جس میں عبدالملک نے لکھا تھا کہ کبوتر ابھی میرے پاس ایک خط لایا ہے۔ جس میں تحریر ہے کہ تو نے مختارؒ بن ابو عبیدہ کو گرفتار کر لیا ہے اور تو اس وجہ سے اسے قتل کرنا چاہتا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ مختارؒ بنی امیہ کے ہوا خواہوں کو قتل کرے گا۔ جب تجھے یہ خط ملے تو فوراً اسے رہا کر دے وہ میرے بیٹے ولید کی دایہ کے شوہر کا بیٹا ہے۔ حجاج نے فوراً مختارؒ کو رہا کر دیا۔ پھر دوبارہ حجاج نے مختارؒ کو گرفتار کیا اور قتل کرنا چاہتا تھا تو پھر ایک کبوتر عبدالملک کا خط لے کر آیا کہ مختارؒ کو قتل نہ کرنا اور حجاج کو مجبوراً ان کو رہا کرنا پڑا۔

حکومت ہمیشہ آل رسولؐ کے خلاف رہی۔ ان کے اور ان کے دوستوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا اپنی مصلحت کے پیش نظر ان کے فرائض میں داخل تھا۔ جناب مختارؒ کے بارے میں امام باقرؑ نے بھی شیعوں کی بدگمانیاں دور کی یعنی جب شیعوں نے ان کے بعض اعمال پر نکتہ چینی کی اور ان کو برا بھلا کہا تو امام نے شیعوں کو روکا اور فرمایا مختارؒ کو گالی مت دو کیونکہ اس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خون کا قصاص لیا اور تنگدستی کے زمانے میں مال سے ہماری مدد کی۔ (جلاء العیون)۔ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ بنی ہاشم کی کسی عورت نے اس روز تک اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کی نہ خضاب کیا جب تک مختارؒ نے قاتلان امام حسینؑ کے سر ان کے پاس نہیں بھیجے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب جناب مسلم بن عقیلؑ امام حسینؑ کی طرف سے بیعت لینے کوفہ آئے تو سب سے پہلے مختارؒ نے ان کو اپنے گھر میں اتارا اور ان کی خدمت گزاری میں مصروف رہے۔ (جلاء العیون ص ۴۰۰)۔ جب یزید کی طرف سے ابن زیاد کوفے کا حاکم ہوا تو جناب مسلمؑ ہانی ابن عروہؓ کے مکان میں منتقل ہوگئے۔ اسی اثناء میں جناب مختارؒ کسی کام سے کوفہ سے باہر گئے۔ اور ان کی عدم موجودگی میں جناب مسلمؑ بن عقیلؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ جب مختارؒ کوفہ لوٹے تو ابن زیاد نے محبت اہلبیت کے جرم میں ان کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ ان کی قید ہی کے زمانے میں واقعہ کربلا اول سے آخر تک گزرا۔ (جلاء العیون ص ۸-۳)

وہ کیا مصیبت کا منظر تھا جب کربلا کے شہیدوں کے سر اور اہلبیت رسولؐ رسن بستہ دربار ابن زیاد میں لائے گئے۔ اور ابن زیاد کے حکم سے جناب مختارؒ کو قید سے لایا گیا۔ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ابن زیاد نے کہا۔ اے مختارؒ تم حسینؑ کا بہت دم بھرتے تھے۔ لو حسینؑ آ گئے ہیں۔ ان سے ملاقات کرلو۔ یہ کہہ کے مختارؒ کو امامؑ کا سر دکھایا۔ جونہی ان کی نظر سر پر پڑی بیتاب ہو گئے۔ اور جوشِ غضب میں زنجیریں توڑ ڈالیں اور ساتھ کھڑے ہوئے سپاہی سے تلوار چھین لی۔ چاہا کہ ابن زیاد کو قتل کر دیں۔ کہ ہمارے قیدی امام زین العابدینؑ نے ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ مختارؒ۔ رک جاؤ۔ ہمارے ساتھ مخدرات عصمت اور اہلبیت کے بچے ہیں۔ چنانچہ ان کو گرفتار کر کے دوبارہ قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

پھر ابن زیاد ملعون نے کوفہ اور بصرہ میں اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی علیؑ اور اولاد علیؑ کا نام خیر و نیکی کے ساتھ لے گا قتل کر دیا جائے گا۔ کوفے میں ایک ٹیچر عمیر بن عامر بچوں کو پڑھایا کرتے تھے جو محبّ اہلبیت اور نہایت متقی اور پرہیزگار شخص تھے۔ کوفے کے بڑے بڑے لوگوں کے بچے ان سے پڑھتے تھے۔ ایک دن پانی پی کر انہوں نے بچوں کے سامنے قاتلان حسینؑ پر لعنت بھیج دی۔ سنان بن انس کا لڑکا بھی سن رہا تھا اس نے کہا۔ تم نہیں جانتے کہ ہم کون ہیں۔؟ کیا تم کو نہیں پتہ کہ ابن زیاد جو اس وقت حاکم ہے وہ بھی قاتلان حسینؑ میں سے ہے۔ عمیر خوفزدہ ہوا اور اس نے انتہائی نرمی سے کہا کہ اب آئیندہ ایسا نہیں کروں گا۔ لڑکا جب اسکول سے واپس چلا تو اس نے اپنے گریبان چاک کر لئے ۔ کپڑے پھاڑ لئے اور اپنے سر پر پتھر مار کر خون نکال لیا اور جا کر باپ کو بتایا ہمارے استاد عمیر نے پانی پی کر قاتلان حسینؑ پر لعنت کی اور جب میں نے منع کیا تو مجھے مارا پیٹا اور میرا یہ حال کر دیا۔ سنان بن انس غضبناک ہو کر بچے کو لیکر ابن زیاد کے پاس پہنچا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ استاد کو گرفتار کر کے لاؤ۔ اور اگر مزاحمت کرے تو اسے قتل کر دو اور اس کے گھر کو آگ لگا دو۔ پھر عمیر کو لا کر اتنا پیٹا گیا کہ وہ لہولہان ہو گیا۔ عمیر نے کہا کہ اس لڑکے نے مجھ پر بہتان لگایا ہے اگر کوئی شخص گواہی دے دے تو میری جان و مال حاضر ہے اور میرا خون آپ پر حلال ہے۔ پھر ابن زیاد نے گواہ نہ ملنے پر عامر کو قید میں ڈالدیا۔ اس قید خانے کے ۵۰ زینے تھے۔ عمیر کہتے ہیں کہ اس میں کچھ بھی نظر نہ آتا تھا سوائے آہ آہ کی آوازوں کے۔ ایک دن ایک کونے سے زنجیروں کے ہلنے کی آواز آئی میں اس کونے میں گیا ٹٹول کر معلوم ہوا کہ ایک شخص موٹی موٹی بیڑیوں میں اور زنجیروں میں ایسا جکڑا ہوا ہے کہ ہل نہیں سکتا۔ میں نے سلام کیا اس نے مجھ سے پوچھا کس خطا میں قید ہوئے ہو۔ میں نے کہا محبتِ اہلبیت میں۔ آل محمدؐ کی محبت کے سوا جرم و خطا کوئی نہیں۔ اس نے اپنا نام مختارؒ ثقفی بتایا۔ اور ایکدن مجھے بتایا کہ تم عنقریب قید سے رہا ہو جاؤ گے۔

استاد عمیر بن عامر کی ایک بھتیجی ابن زیاد کی لڑکی کی دایہ تھی اس نے تمام واقعہ ابن زیاد کی لڑکی کو رو رو کر بتایا۔ ابن زیاد کی لڑکی نے سب واقعہ صحیح بتا کر ابن زیاد سے درخواست کی کہ بابا یہ مرد کبیر سن ہے۔ استاد ہے۔ اہل کوفہ پر اس کے بڑے احسان ہیں ۔ بابا میں چاہتی ہوں کہ آپ اسے مجھے بخش دیں۔ چنانچہ معلم کی رہائی ہو گئی۔ تو مختارؒ نے کہا اگر ہو سکے تو تھوڑا کاغذ قلم دوات میرے پاس بھیجنے کی کوشش کرنا۔ چنانچہ بہ ہزار مشکل کاغذ قلم دوات قید خانے میں پہنچ گیا تو مختارؒ نے اپنی بہن صفیہ کے نام جو عبداللہ ابن عمر کی بیوی تھی خط لکھا کہ مجھے ابن زیاد نے قید کر رکھا ہے۔

اور یزید کی نظر میں تمہارے شوہر عبداللہ ابن عمر کی قدر و منزلت بہت کچھ ہے لہذا اسے خط لکھیں کہ میری رہائی ہو جائے۔ ابن عمر نے خط لکھا اور لکھا کہ مختارؒ میرا سالا ہے اور اگر اے یزید تو نے ابن زیاد کی قید سے اسے رہا نہ کروایا تو میں تمام قبائل عرب کو تیرے خلاف ابھار دوں گا اور بے شمار لشکر لے کر امام حسینؑ مظلوم کے خون کا مطالبہ کروں گا۔ چنانچہ اس طرح یزید مجبور ہوا اور اس نے امیر مختارؒ کی رہائی کا حکم دیا۔ مختارؒ رہا ہو کر کوفے سے مدینہ عبداللہ ابن عمر کے گھر پہنچے۔ ان کی بہن اتنا خوش ہوئی اپنے بھائی کو دیکھ کر کہ اسی وقت اس کا ہارٹ فیل ہو گیا۔

قید سے رہا ہونے کے بعد مختارؒ نے قسم کھائی کہ امام حسینؑ کے خون کے عوض معاویہ اور یزید کے دوستوں سے اتنے لوگوں کو قتل کروں گا کہ ان کی تعداد خونِ یحییٰ ابن ذکریا علیہ السلام کے کشتوں کے برابر ہو جائے (جلاء العینین فی سیرۃ علی ابن الحسینؑ ص ۳۰۸)

یہ جنابِ مختارؒ ہی تھے جن کے ذریعہ سے اللہ نے جنابِ زینبؑ کی فریاد کی دادرسی کی۔ امام زین العابدینؑ کی دعا کی کامیابی ہوئی اور امام حسینؑ کے آخری وقت کے استغاثہ ھل من ناصراً ینصرنا کی اجابت ہوئی۔

جناب امام سجادؑ اپنے اصحاب کو واقعہ کربلا کے بعد جناب مختارؒ کے خروج کی خبر دیا کرتے تھے۔ اصحاب نے جب پوچھا یہ کب ہوگا تو امامؑ نے فرمایا تین سال بعد۔ اور عبداللہ ابن زیاد اور شمر ذی الجوشن کے سر میرے پاس لائے جائیں گے۔ جبکہ میں ناشتہ کر رہا ہوں گا۔ جب وہ دن آیا تو وہی اصحاب امام کے پاس موجود تھے۔ امام نے کھانا منگوایا اور خوش ہو کر فرمایا۔ کہ کھاؤ کہ آج بنی امیہ کے ظالم لوگ قتل کئے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہاں۔ امام نے فرمایا۔ فلاں مقام پر مختارؒ ان کو قتل کر رہا ہے۔ اور بہت جلد دو سر میرے پاس لائے جائیں گے۔ جب وہ دن آیا حضرت تعقیب سے فارغ ہوئے۔ اصحاب بھی حاضر ہوئے تو ان کے لئے کھانا منگایا گیا۔ جب کھانا آیا تو اسی وقت دو سر لائے گئے جن کو دیکھ کر آپ سجدہء شکر میں جھک گئے۔ اور فرمایا۔ میں حمد کرتا ہوں خدائے بزرگ و برتر کی کہ اس نے مجھے دنیا سے نہیں اٹھایا یہاں تک کہ اس وقت میرے پدر بزرگوار کے قاتلوں کے سر مجھے دکھا دیئے۔ حضرت ان سروں کو دیکھتے جاتے تھے اور خدا کا شکر ادا کرتے جاتے تھے۔ اس روز ناشتہ میں حلوہ نہیں منگوایا گیا تو کسی صحابی نے کہا۔ ابن رسولؐ اللہ۔ آج ہم لوگوں کو حلوہ نہیں ملا۔ حضرت نے فرمایا۔ ان سروں کے نظارے سے شیریں کون سا حلوہ ہوگا۔

(جلاء العیون ص ۵۳۷ ، امیر مختارؒ از سید بشارت حسین کامل مرزاپوری ص ۱۵)

(یہ مضمون اپنے بچوں کی معلومات کے لئے اپنے جدہ کے قیام کے دوران لکھنا شروع کیا گیا)

(جن لوگوں کو مزید معلومات حاصل کرنی ہوں وہ مختار نامہ یا کتاب امیر مختار پڑھیں۔)

طالب دعاء۔۔۔ سید نزر عباس۔۔۔ ۱۹ مئی ۲۰۰۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابو ھریرہؓ کا تعارف۔ سُنی شیعہ کتب سے

ہمارے چند دوستوں نے درخواست کی وہ حضرت ابوھریرہؓ کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔اس کے لئے میں نے دونوں فرقوں کی Web Sites سے معلومات جمع کی۔جو مندرجہ ذیل ہیں۔اس مضمون سے کسی سے بحث مباحثہ یا کسی کے نظریات کو غلط ثابت کرنا مقصود نہیں۔

قرآن صرف اور صرف اللہ کا کلام ہے۔جیسے وہ واحدہ لاشریک ہے ویسے ہی اس کا کلام بھی وحید اور اس کے برابر کا کوئی کلام نہیں۔رسولؐ اللہ اپنی زندگی میں جو ہدایات اپنے اہلبیت اور اصحاب کو اس فانی زندگی کو گزارنے اور آنے والی قیامت کے بعد کی طولانی زندگی عیش وآرام سے گزارنے کے لئے فرما گئے اُسے حدیث کہتے ہیں۔حدیث اصل ضرورت اُن لوگوں کے لئے تھی اور ہے جن کے زمانے میں رسولؐ موجود نہیں تھے اور انہوں نے رسولؐ اللہ کے آخری فرمان کو بس سنا کہ میں تم میں ایک گراں قدر چیز چھوڑے جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب قرآن اور دوسرے میری عترت (اہل بیت)۔تم ان سے تمسک رکھنا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے حتیٰ کہ تم مجھے حوض کوثر پر آکر ملو۔تو بقول ابن عباسؓ کے۔رسولؐ کا آخری وقت جب آیا۔چند صحابہ میں تکرار ہوگئی اور کہا گیا کہ ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔اہلبیت جو راسخون فی العلم تھے ان کے دروازے کو چھوڑ دیا۔یہی بتانے کے لئے رسولؐ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ کو خلیفہ کے دربار میں اپنے باغ فدک کا مقدمہ لے کر جانا پڑا ورنہ ان کو مال دنیا کی ضرورت نہ تھی۔جن کے بچوں کے لباس اور جن کی کنیز کے لئے دسترخوان آسمان سے آجاتا تھا۔ان کو باغ کی کیا ضرورت؟۔یہ تو بی بی زہراؑ نے دنیا کو بتانا تھا کہ میرا بابا صادق اور امین تھا اور تمہارے لئے وہ قرآن اور عترتِ اہلبیت چھوڑ کر گیا ہے اور یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔تو اس وقت جب بی بیؑ نے وراثت کے لئے قرآن سے کئی آیتیں پیش کی کہ سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ کا ورثہ ملا۔وغیرہ۔تو خلیفہ کو ایک حدیث کا سہارا لینا پڑا جس کے وہ خود ہی راوی تھے کہ انہوں نے سنا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔اور رسولؐ کی بیٹی ۴ گھنٹے برقعہ پہنے خلیفہ کے دربار میں کھڑی رہنے کے بعد اسلام کا پہلا مقدمہ ہار گئی۔جب کہ ہمارے نبیؐ کی یہ حدیث بھی بیان کی جاتی ہے کہ کہ اگر کوئی حدیث قرآن کے خلاف ہو تو اس حدیث کو دیوار پر مار دو (وہ جھوٹی ہے)۔

حدیث کا اصل سلسلہ بس یہیں سے شروع ہوا۔پھر حدیثیں جمع کرنے کے لئے لوگ ۴ ہزار میل تک چلے گئے کہ کسی صحابی کے پڑپوتے سے حدیث سن لیں مگر جس گھر میں رسولؐ رہتے تھے اُن کے پاس نہیں گئے کہ ان سے بھی رسولؐ کی باتیں لکھوالیں۔جو دن رات رسولؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ حضرت علیؑ ۳۰ سال تک رسولؐ کے ساتھ ایسے رہے جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے جب کہ ابوہریرہؓ کے بقول انہوں نے رسولؐ کا زمانہ صرف ایک سال دس ماہ کے لئے دیکھا۔رسولؐ کا زمانہ دیکھا مگر رسولؐ کے ساتھ نہیں رہے اور دنیا نے ان سے لاکھوں حدیثیں لکھ ڈالی جبکہ اہلبیت سے بمشکل چند حدیثیں ملیں گی۔

ابوھریرہؓ کا اصل نام عبدالرحمٰن ابن صخر الازدی تھا۔آپ ۶۰۳ء میں اس وقت کے یمن کے گاؤں باحہ میں پیدا ہوئے۔اور

۶۸۱ء کو وفات پائی۔ یہ تہامہ کے علاقے کے بنی داؤس قبیلہ کے فرد تھے۔ ان کے نہ کوئی بھائی بہن تھے اور نہ اولاد تھی اور نہ ہی بیوی تھی ۔انتہائی غربت کی زندگی بسر کی تھی۔ خود بھی یتیم تھے اور اپنی ماں کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کا پیدائشی نام عبدالشمس تھا۔ بلیوں کو عربی میں ھرہ کہتے ہیں ان کے شوق سے ان کا نام ہی ابو ہریرہ پڑ گیا۔ (بلیوں کا باپ یا بلیوں والا)۔ جوانی میں بشرہ بنت غزوان کے ہاں ملازمت کر کے گزر بسر کی۔ اپنے قبیلے کے سردار صحابی رسولؐ طفیل بن امر کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے

۶۲۹ء پہلی بار مدینہ پہنچے ۔اس وقت خیبر کی جنگ میں رسولؐ گئے ہوئے تھے۔ تو آپ ایک مسجد میں ٹھہر گئے۔ ان کی والدہ بت پرست تھیں اور آپ نے بیوی بچوں کے بغیر سنگل زندگی ہی گزاری۔۔ ابو ہریرہ جب اسلام لے آئے تو بقول اہل سنت کی روایات کے انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ وہ اسلام لے آئیں۔ تو ان کی والدہ نے رسولؐ اللہ کو گالیاں دی۔ تب وہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی اور ماں کے لئے دعا کرنے کو کہا۔ دعا کے بعد وہ گھر پہنچے تو گھر کا دروازہ بند تھا۔ بہت دروازہ پیٹا۔ اندر پانی کے گرنے کا شور معلوم ہو رہا تھا۔ ان کی والدہ نے آواز دی کہ میں کپڑے پہن لوں تو آتی ہوں۔ پھر تھوڑی دیر میں دروازہ کھلا اور ان کی والدہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور رسولؐ کی دعا کی وجہ سے مسلمان ہو گئیں۔

اصحابؓ صفہ کی طرح ابوھریرہ بھی جب مدینہ آئے تو بھوکے رہا کرتے تھے۔ اور غربت کی زندگی گزارتے تھے۔ ان کا خود قول ہے کہ جب مجھے بھوک انتہا کو ستاتی تھی تو میں کسی صحابی کے دروازے پر چلا جاتا تھا اور اس سے کسی آیت کے بارے میں پوچھتا تھا تاکہ وہ مجھے اپنے گھر کے اندر لے جائے اور مجھے کھانا بھی کھلائے۔ ایک دن مجھے اتنی بھوک لگی کہ میں نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا اور اس راستے پر بیٹھ گیا جہاں سے لوگ گزرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کا وہاں سے گزر ہوا تو میں نے اللہ کی کتاب کی آیت کے بارے میں سوال کیا صرف اس لئے کہ وہ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے چلیں اور مجھے کچھ کھانے کو بھی مل جائے مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ پھر حضرت عمرؓ کا گزر وہاں سے ہوا تو انہوں نے بھی کوئی توجہ نہ دی۔ تب اللہ کے نبیؐ کا وہاں سے گزر ہوا اور وہ سمجھ گئے کہ میں بھوکا ہوں ۔انہوں نے کہا۔ ابو ہریرہ !۔ کھڑے ہو جاؤ اور چلو میرے ساتھ۔ وہ مجھے اہلبیت کے گھر لے گئے۔ وہاں انہوں نے گھر میں ایک دودھ کا پیالہ پایا اور پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے تو گھر والوں نے بتایا کہ کسی نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔ آنحضرتؐ نے کہا۔ ابوھریرہ ! جاؤ اور اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ میں سب کو بلا کر رسولؐ کے گھر لے آیا۔ سب نے سیر ہو کر دودھ پیا۔ میں ایک سال دس ماہ مدینہ ہی میں رہا حتیٰ کہ رسولؐ اللہ کا ۸ جون ۶۳۲ء کو انتقال ہو گیا۔

۲۱ھ یعنی ۶۴۳ء کو حضرت عمرؓ نے ابوھریرہ کو بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا۔ لوگوں نے خبر دی کہ وہ وہاں خوب دولت جمع کر رہے ہیں اور بہت سارے گھوڑے اپنے لئے اُنہوں نے جمع کر لئے ہیں۔ لہذا ۲۳ھ کو اُن کو معطل کر دیا گیا اور اُن کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے گئے۔ جیسے ہی وہ خلیفہ کی عدالت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر نے غضب ناک ہو کر کہا۔۔ اے دشمن خدا اور اے اللہ کی کتاب قرآن کے دشمن! تم نے اللہ کی پراپرٹی میں چوری (خرد برد) کی ہے۔ ابوھریرہ نے کہا کہ میں نے چوری سے دولت نہیں کمائی بلکہ لوگوں نے خود مجھے تحفے دیئے ہیں۔

بعض روایات اہلسنت میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کے بعد فرمایا۔ میں نے جب تم کو گورنر بنایا تو تمہارے پیروں میں جوتی بھی نہیں تھی۔ اور اب پتہ چلا ہے کہ تم نے ۱۶۰۰ دینار کے گھوڑے کہاں سے خرید لئے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جو مجھے لوگوں نے گفٹ دیا تھا اس کے منافع سے حاصل کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر کا چہرہ غصے سے لال پیلا ہوگیا اور انہوں نے اتنے کوڑے اُن کو اُسی وقت مارے کہ ابو ہریرہ کی پیٹھ سے خون بہنے لگا۔ پھر حکم دیا کہ ۱۰ ہزار دینار جو ابو ہریرہ کے پاس ذاتی حیثیت سے تھے ان کو بیت المال میں جمع کرا دیا جائے۔

ابن ابی حدید نے روایت کی ہے۔ کہ ابو ہریرہ کوفہ کی مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے وہاں ایک جمِ غفیر دیکھا جو معاویہ کے استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ابوھریرہ نے چلا کر کہا۔ اے اہل عراق سنو۔ کیا تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو۔ میں کیوں اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کر کے جہنم میں جاؤں گا۔ سنو اور سنو رسولؐ اللہ کا قول۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ ہر نبیؐ کا ایک حرم ہوتا ہے اور میرا حرم مدینہ ہے اور جو مدینہ چھوڑ کر جائے (اس کی پوزیشن یا حالت کو بدلے) اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی اور تمام خلق کی لعنت ہوگی اور اللہ کی قسم علیؑ نے ایسا عمل کیا ہے اور وہ ان گالیوں کے مستحق ہیں۔ معاویہ نے جب یہ سنا تو ابوھریرہ کو بہت سارا انعام واکرام دیا اور اور فوراً ان کو مدینے کا گورنر بنا دیا کیونکہ انہوں نے ایک بہت بڑا جھوٹ معاویہ کے مخالف حضرت علیؑ کے لئے بولا تھا۔

اہلسنت کے ہاں سب سے زیادہ صحیح روایت کرنے والے ابوھریرہ ہی مانے جاتے ہیں۔ ان کے بعد کے راوی عبداللہ ابن عمر، انس بن مالک، بی بی عائشہ، جابر بن عبداللہ اور ابوسعید خذری سے روایات ملتی ہیں۔ مگر بہت سے علماء اہل سنت نے ابو ہریرہ کی زیادہ تر روایات کو غلط مانا ہے۔ شیعہ ابو ہریرہ کی تمام روایات کو ناقابل یقین سمجھتے ہیں سوائے ان روایات کے کہ جن کا ذکر کسی دوسرے راوی صحابی نے کیا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ نے رسولؐ کی صحیح احادیث کو جھٹلایا۔ یہی اہل سنت کے بڑے بڑے علما اور آئمہ نے بھی کہا ہے۔ مثلاً امام حاکم نیشاپوری نے کتاب مستدرک جلد۲ صفحہ۱۲۴ امام احمد بن حنبل اور دوسروں سے روایت کی ہے کہ۔۔

علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں گے حتیٰ کے مجھے حوض کوثر پر ملیں گے۔۔۔ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جو علیؑ کا دشمن وہ میرا دشمن اور جو میرا دشمن وہ اللہ کا دشمن۔۔۔

اس مستند متفق بین الفریقین حدیث کی رو سے ابو ہریرہ نے جو مسجد کوفہ میں علیؑ کے خلاف اعلان کیا وہ سراسر حکم رسولؐ کی خلاف ورزی تھی اور انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو ناراض کیا۔ اسی طرح ابو ہریرہ نے بہت سی احادیث اہلبیت کے خلاف کہی ہیں اور جب رسولؐ نے کہہ دیا کہ جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی تو ابو ہریرہ کا جرم صرف گالی دینا ہی نہیں بلکہ رسولؐ اللہ پر بہتان بھی لگایا اور جھوٹی حدیث بنا کر لوگوں سے بھی معاویہ کی طرف داری کرائی۔ اور علیؑ کو منبروں سے بھی گالیاں سو سال سے زیادہ تک دلوائیں حتیٰ کی عمر بن عبدالعزیز نے آ کر یہ سلسلہ بند کروایا۔

ایک دفعہ جھوٹی حدیث کہنے پر حضرت عمرؓ نے ابو ہریرہ کو اتنے کوڑے مارے کہ وہ زمین پر گر گئے۔ بی بی عائشہؓ نے بھی کہا ہے ہے کہ ابو ہریرہ خود سے حدیث بنا کر اس پر رسولؐ کا نام لگا دیتے ہیں۔

تواب آپ جب بھی کوئی حدیث ابو ہریرہ کی سنیں تو دیکھ لیں کہ وہ کہیں قرآن سے ٹکراؤ تو نہیں کر رہی۔ اگر قرآن کے خلاف ہو تو سمجھ جائیں کہ یہ جھوٹی حدیث ہے۔

ابوھریرہ نے چالیس ہزار روایت کہی ہیں اگر اس کو ۳ سال کی مدینہ میں صحبت سے حساب لگایا جائے تو ۳۶ روایات روزانہ کہی ہیں؟؟۔

صحیح بخاری میں ۷۰۶۸ حدیثیں ہیں۔ ان میں سے تقریباً ۱۱۰۰ ابوھریرہ نے روایت کی ہیں۔ یعنی ۱۵،۵۶ فیصد۔

اپنے بچوں کی معلومات کے لئے یہ مضمون بنایا